شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ

(حقائق و واقعات)

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

شہادتِ امامِ حسین رضی اللہ عنہ

حقائق و واقعات کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ترتیب و تبویب

محمد معراج الاسلام

شیخ الحدیث دی منہاج یونیورسٹی لاہور

منہاج القرآن پبلی کیشنز

۳۶۵/ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 5168514 5169111-3 فیکس 5168184

URL: www.minhaj.org E-mail: tehreek@minhaj.org

نام کتاب	:	شہادت امام حسین ؓ
خطابات	:	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	شیخ الحدیث مولانا محمد معراج الاسلام
ناقل	:	شوکت علی قادری
نگران طباعت	:	محمد جاوید کھٹانہ
زیر اہتمام	:	فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ، لاہور
اشاعت اول تا ششم	:	 10,300
اشاعت ہفتم	:	اپریل 2002ء 1,100
مطبع	:	منہاج القرآن پرنٹرز
قیمت	:	-/40 روپے



نوٹ: پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے ریکارڈ شدہ آڈیو/ ویڈیو کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لئے تحریک منہاج القرآن کے لئے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاج القرآن پبلیکیشنز)

www.minhajbooks.com



مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ

گورنمنٹ آف پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔۱) ۴-۱/۸۰ پی آئی وی، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء، گورنمنٹ آف بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل وایم ۴/۷۰-۹۷۰-۳-۷، مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء شمال مغربی سرحدی صوبہ حکومت کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا/اے ڈی (لائبریری)، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء اور آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر مظفر آباد کی چٹھی نمبر س ت/ انتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱/۹۲، مورخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصنیف کردہ کتب ان صوبوں کے تمام کالجز اور سکولوں کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرست


پہلا
خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ اسلام میں بے شمار شہادتیں ہوئیں اور ہر شہادت اپنی جگہ ایک نمایاں اہمیت، انفرادی قدر و منزلت اور مقام کی حامل ہے۔ ہر شہادت میں اسلام کی بقاء، دوام، آقا ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی سنت مبارکہ کی حیات جاوداں کا راز پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں ہر شہادت اپنی جگہ اہم شمار کی جاتی ہے لیکن شہادت امام حسینؓ کا واقعہ کئی اعتبار سے دیگر تمام شہادتوں سے مختلف اور منفرد ہے۔ اس کی انفرادیت کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ خانوادۂ رسول ﷺ کے چشم و چراغ تھے اور ایسے چشم و چراغ کہ جنہوں نے براہ راست حضور ﷺ کی گود میں پرورش پائی تھی' آپ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی' آپ کے لعاب دہن کو اپنی غذا بنایا تھا اور جنہیں حضور نبی اکرم ﷺ کا بیٹا ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے غربت، پردیس اور مظلومیت کی حالت میں یزیدیوں کے ہاتھوں شہادت باقی شہادتوں پر ایک نمایاں فوقیت اور برتری رکھتی ہے۔

خلافت راشدہ کی مدت

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد قائم ہونے والے دور حکومت کی پہلے ہی نشاندہی فرما دی تھی۔ حضرت سفینہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملک بعد ذالک۔ — میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔

گی۔

(جامع الترمذی، ۴۵:۲)

(مسند احمد بن حنبل، ۲۲۱:۵)

(دلائل النبوة للبیہقی، ۳۴۲:۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الخلافة بعدی ثلاثون سنة ثم تکون ملکا — میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی پھر ملوکیت آ جائے گی۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۴۶۳)

(فتح الباری، ۷۷:۸)

(فتح الباری، ۲۸۷:۱۲)

(فتح الباری، ۲۱۲:۱۳)

حضور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ آپ کے بعد تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد دور ملوکیت کا آغاز ہوگا۔ خیر و فلاح پر مبنی طرز حکومت بدل دیا جائے گا اور امت مسلمہ میں سیاسی اقتدار کی جو شکل رواج پائے گی وہ ملوکیت کی صورت میں ہوگی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق ؓ ۲ برس ۳ ماہ ۱۰ دن تک تخت خلافت پر متمکن رہے، پھر خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ نے ۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن تک اس منصب کو زینت بخشی، پھر خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی ذوالنورین ؓ کا دور آیا اور آپ ۱۱ برس ۱۱ ماہ ۲۸ دن تک خلیفہ رہے۔ آپ کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ۴ برس ۹ ماہ تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور تبلیغ دین کے لئے جو کچھ کر سکتے تھے بڑی جانفشانی، جرأت و ہمت اور نہایت جوش و جذبے کے ساتھ وہ سب کچھ کیا۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسن ؓ نے یہ عہدہ سنبھالا اور تقریباً چھ ماہ

اس منصب پر فائز رہے، سیدنا امام حسن ؓ کے دورِ خلافت کے ۶ ماہ شمار کر کے تیس برس پر مشتمل یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔

حضرت علی شیر خدا ؓ کے اعلان خلافت کے ساتھ ہی ملک شام میں حضرت امیر معاویہ ؓ نے اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا اور حضرت علی ؓ کو خلیفہ تسلیم نہ کیا۔ اس پر امت مسلمہ متفق رہی ہے کہ خلافت بہرطور سیدنا علی ؓ کا حق تھا آپ ہی خلیفہ برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کا یہ فیصلہ اور اقدام جمیع ائمہ اہل سنت کے ہاں اجتہادی خطا پر محمول کیا جاتا ہے۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

و الذی اتفق علیه اهل الحق ان المصیب فی جمیع ذالک علی — اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس پورے معاملہ میں حضرت علی ؓ درست تھے۔

(شرح المقاصد، ۳۰۵:۲)

حضرت امیر معاویہ ؓ کے جداگانہ اعلان حکومت کے بعد حضرت علی ؓ کے ساتھ ان کی کشمکش کا آغاز ہو گیا جس کے نتیجے میں جنگ جمل اور جنگ صفین جیسے چھوٹے بڑے معرکے ہوئے۔

مرکز خلافت کی کوفہ میں منتقلی

حضرت علی ؓ نے اپنے دور میں تخت خلافت مدینہ طیبہ سے منتقل کر کے کوفہ میں قائم کر لیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کا دار الحکومت دمشق تھا جو کہ مدینہ سے بہت دور اور لمبی مسافت پر تھا۔ اس قدر دور رہ کر پوری خلافت کے انتظام و انصرام میں دشواری ہوتی تھی چنانچہ اس دشواری اور اس علاقے میں بپا

ہونے والی مسلسل بغاوتوں پر قابو پانے کے پیش نظر آپ نے دار الحکومت کوفہ منتخب فرمایا، درآنحالیکہ حجاز اور حرمین کے علاقے پر امن تھے۔ جب حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کا مرکز کوفہ قرار دیا تو وہ جو خود کو شیعان علیؓ (حضرت علیؓ کا گروہ) کہلانے والے تھے' اطرافِ عالم سے سمٹ سمٹ کر حضرت علیؓ کے قرب کے خیال سے کوفہ میں جمع ہونے لگے اور کثرت کے ساتھ انہوں نے کوفہ میں سکونت اور رہائش اختیار کی۔ اس طرح کوفہ شیعانِ علیؓ کا مرکز بن گیا۔

نئے متحارب گروہوں کا ظہور

اس دور مناقشہ میں چار جماعتیں وجود میں آئیں جن میں ایک جماعت ایسی تھی جس نے کھل کر حضرت علی کی حمایت اور بنو امیہ و دیگر شخصیات کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔ اس جماعت نے خود کو 'شیعان' کی جماعت قرار دیا اور اسی سیاسی حمایت کی بنا پر آگے چل کر یہ جماعت 'شیعانِ علی' قرار پائی۔

یاد رہے کہ شیعانِ علی کا نام جو اس وقت معروف ہوا اس سے فقہی اور مذہبی نقطہ نظر سے وہ شیعہ مکتب فکر مراد نہیں تھا جو بعد میں باقاعدہ فقہ کی تدوین و تالیف کے بعد وجود میں آیا بلکہ اس سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اختلاف کے وقت حضرت علیؓ کی خلافت کی سیاسی حمایت کے طور پر پیدا ہونے والا گروہ ہے۔

دوسرا طبقہ بنو امیہ کی حمایت پر وجود میں آیا۔ پہلے پہل یہی دو گروہ آپس میں متصادم ہوئے۔ اسی دور میں ایک تیسرا طبقہ بھی وجود میں آیا جس نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کی مخالفت کی۔ اس طبقے نے ان دونوں ہستیوں کے خلاف ایک مسلح کشمکش کا آغاز کیا یہ طبقہ 'خوارج' کہلاتا ہے۔ یہ خارجی نماز، روزے

اور زکوۃ کے پابند تھے، نوافل، تہجد، کثرت ذکر اور کثرت تلاوت جیسے اعمال بھی بجا لاتے تھے، اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کی حکمرانی کا نعرہ بلند کرتے تھے لیکن (معاذ اللہ) حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو واجب القتل اور کافر گردانتے تھے۔ چوتھا طبقہ کثیر صحابہ اور ان کے متبعین کا تھا جو حضرت علیؓ کی خلافت کو برحق جانتے تھے لیکن حضرت معاویہؓ کے بارے میں بھی خاموش تھے۔

۶۰ ہجری کے اختتام سے پناہ مانگنے کا حکم

حضرت امام حسینؓ کی شہادت عظمیٰ کی یہ ایک منفرد خوبی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی تفصیلات بہت پہلے بتا دی تھیں تا آنکہ جزئیات تک سے خواص اہل بیت واقف ہو چکے تھے اور انہیں بخوبی پتہ چل چکا تھا کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ ان حیرت انگیز قبل از وقت تفصیلات کو معجزانہ پیشین گوئی کے سوا کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ میدان صفین کی طرف جاتے ہوئے راستے میں حضرت علی شیر خداؓ نے کربلا کے ان مقامات تک کی نشاندہی کر دی تھی جہاں ان حضرات کو شہید ہونا تھا۔

ان واقعات کا بنظر غائر جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے دیگر تفصیلات کے ساتھ بعض خاص لوگوں کے مہ و سال سے بھی آگاہ کر دیا تھا اور وہ حتمی طور پر جانتے تھے کہ یہ افسوسناک سانحہ کب وقوع پذیر ہونے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بھی ان خاص لوگوں اور محرم راز دوستوں میں سے تھے جنہیں اچھی طرح علم تھا کہ سن ۶۰ ہجری کے اختتام تک سیاسی وملکی حالات مستحکم نہیں رہیں گے بلکہ ان میں نمایاں تبدیلی آجائے گی۔ حکومت کی باگ ڈور ایسے غیر صالح،

اوباش اور نوعمر لوگوں کے ہاتھ میں آ جائے گی جن کے پیش نظر امانت الٰہیہ نہیں بلکہ تعیش زندگی ہوگی اور وہ اقتدار کو عیش و عشرت، شراب و کباب، بدمعاشی، آوارگی، بدکاری اور عوام پر ظلم و ستم ڈھانے کے لئے بے دریغ استعمال کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

أعوذ بالله من رأس الستين و إمارة الصبيان۔

میں ساٹھ ہجری کے اختتام اور نوعمر لوگوں کی امارت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔

(فتح الباری، ۱:۲۱۶)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بازار سے گزرتے ہوئے یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم لا تدركني سنة ستين و لا إمارة الصبيان۔

اے اللہ! میں ساٹھ ہجری اور بچوں کی امارت کے زمانہ کو نہ پاؤں۔

(فتح الباری، ۱۳:۱۰)

ان کا مدعا یہ تھا کہ ایک خوفناک دور شروع ہونے والا ہے، جس میں اوباش لڑکے سلطنت و حکومت پر قابض ہوں گے۔ جس سے امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان ہوگا، ایسے اوباش لڑکوں کے بارے میں حضور ﷺ نے پہلے سے خبردار فرما دیا تھا:

۱۔ **هلاك هذه الامة على يدى أغيلمة من قريش۔**

اس امت کی ہلاکت قریش کے اوباش نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔

(صحیح البخاری، ۱:۵۰۹)
(صحیح البخاری، ۲:۱۰۴۶)
(المستدرک للحاکم، ۴:۵۲۶)

(المعجم الصغیر للطبرانی، ۱:۳۳۵)
(مسند للطیالسی، ۱:۳۴۷)

۲۔ **هلاك امتى على يدى غلمة من قريش۔**

میری امت کی ہلاکت قریش کے اوباش نوجوانوں کے ہاتھوں ہوگی۔

(المستدرک للحاکم، ۴:۵۲۷)
(مسند الفردوس للدیلمی، ۴:۳۴۶)

۳۔ **إن فساد أمتى على يدى أغيلمة سفهاء۔**

بیشک میری امت میں جھگڑا و فساد بے وقوف اوباش نوجوانوں کے ہاتھوں برپا ہوگا۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲:۳۰۴)
(مسند احمد بن حنبل، ۲:۴۸۵)
(صحیح ابن حبان، ۱۵:۱۰۸)
(التاریخ الکبیر، ۷:۳۰۹)

۴۔ **إن هلاك أمتى أو فساد أمتى رؤوس أمراء أغيلمة سفهاء من قريش۔**

بیشک میری امت کی ہلاکت یا (اس کا) فساد قریش کے بے وقوف اور اوباش حکمرانوں کے ہاتھوں ہوگا۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲:۲۹۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ويل للعرب من شر قد اقترب على رأس ستين تصير الامانة غنيمة والصدقة غرامة و الشهادة

اہل عرب کے لئے اس شر کی وجہ سے تباہی و بربادی ہے جو سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر قریب آ چکی ہے، امانت

بالمعرفة والحكم بالهوى

کو مال غنیمت اور صدقہ (و زکوٰۃ) کو تاوان خیال کیا جائے گا اور گواہی (شخصی) جان پہچان کی بنا پر ہو گی اور فیصلہ (ذاتی) خواہش کی بنا پر ہو گا۔

(کتاب الفتن نعیم بن حماد، ۲: ۷۰۳)

حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يقتل حسين بن علي على رأس ستين من مهاجرتي

(میرے جگر گوشہ) حسین بن علی کو سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی، ۳: ۱۰۵)

(تاریخ بغداد، ۱: ۱۴۲)

(مجمع الزوائد للہیثمی، ۹: ۱۹۰)

یہی روایت مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے:

يقتل حسين بن علي على رأس ستين من مهاجري حين يعلوه القتير، القتير الشيب۔

(میرے جگر گوشہ) حسین بن علی کو سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا کہ جب ایک (اوباش) نوجوان اُن پر چڑھائی کرے گا۔

(مسند الفردوس للدیلمی، ۵: ۵۳۹)

حضور ﷺ کے اس پیشین گوئی کے مطابق سن ۶۰ ہجری میں قبیلہ قریش کی شاخ بنو امیہ کا اوباش نوجوان یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا، اور ۶۱ ہجری کے ابتدائی دس دنوں میں سانحہ کربلا پیش آیا جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے یزید کی حکومت سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا تھا اور بتا دیا تھا کہ یہی وہ شخص ہو گا جو اہل بیتؑ کے خون سے ہاتھ رنگے گا، چنانچہ حضور ﷺ کے حکم کی پیروی میں حضرت ابو ہریرہؓ

یزید کی نوخیز اور لا ابالی حکومت اور اس کے ظلم و ستم سے بھرپور دور سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ ایک سال پہلے ہی فوت ہو گئے۔

گورنر مدینہ کے نام یزید کا خط

یزید کی تخت نشینی کے بعد اس کے لئے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعت کا تھا کیونکہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ مزید یہ کہ امت مسلمہ میں یہ ایسی بلند پایہ شخصیتیں تھیں کہ جن سے یزید کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی خود خلافت کا دعویٰ نہ کر دے۔ چنانچہ یزید کے لئے اپنی حکومت کی بقاء اور مضبوطی کے لئے ضروری تھا کہ وہ ان حضرات سے بیعت لے، اس لئے تخت نشین ہوتے ہی یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر بھیجی اور ساتھ ہی یہ حکم نامہ بھی بھیجا کہ:

اما بعد فخذ حسيناً و عبد الله بن عمر و عبد الله بن الزبير بالبيعة اخذاً شديداً ليست فيه رخصة حتى يبايعوا۔

حضرت امام حسینؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے میرے حق میں بیعت لو اور جب تک وہ میری بیعت نہ کریں انہیں ہرگز مت چھوڑو۔

(تاریخ الطبری، ۶: ۲۳۴)

(تاریخ ابن اثیر، ۴: ۱۴)

(البدایہ والنہایہ، ۸: ۱۴۶)

امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی

مدینہ کے حالات حضرت امام حسینؑ کے حق میں ناسازگار ہو گئے اور آپ نے سوچا کہ ممکن ہے کہ میرے حامیوں اور حکومت کے درمیان ایک مسلح جنگ کی فضا پیدا ہو جائے اور خون خرابہ کی نوبت آ جائے اور میرے نانا کا مدینہ جسے آپ نے حرم قرار دیا تھا جس حرم کے لئے میرے چچا عثمان نے بھی اپنا خون قبول کر لیا تھا، اپنی موت کو بے کسی اور بے بسی کے عالم گوارا کر لیا تھا لیکن اپنے دفاع میں تلوار اٹھانے کی اجازت نہ دی تھی میں نہیں چاہتا کہ وہ مقدس سرزمین میرے خون سے رنگین ہو جائے۔

اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ چپکے سے مدینہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ باقی دو صحابہ بھی بیعت کا انکار کر کے ایک طرف ہو گئے اور امام حسین کے حامیوں میں اور آپ کے غلاموں میں چونکہ جوش تھا، آپ روضہ رسول پر حاضری ہوئے اور گنبد خضرا کو مشتاقانہ حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر ٹھنڈی سانس لے کر عرض کی: نانا جان! اب آپ کے شہر کے لوگ اور یہاں کے حکمران مجھے آپ کے قدموں میں نہیں رہنے دیتے پھر حضور اقدس سے اجازت لے کر بوجھل دل اور پرنم آنکھوں کے ساتھ اہل و عیال اور اعزہ و اقارب کو ساتھ لے کر مدینے کے حرمت کے تحفظ کی خاطر شہر مکہ کو ہجرت فرما گئے اور وہاں پہنچے تو عبداللہ بن زبیر بھی اپنے کئی حامیوں کو تیار کر چکے تھے۔ یزید کو جب عبداللہ بن زبیر کے مکہ پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنا لشکر بھیجا اور سپہ سالار کو حکم دیا کہ مکہ کا محاصرہ کر لیا جائے، عبداللہ بن زبیر کو فتح ہوئی لیکن امام حسین اس معرکے میں حرم کعبہ کے پیش نظر پھر بھی شریک نہ ہوئے، الگ تھلگ رہے۔

اہل کوفہ کی میٹنگ اور دعوت

کوفہ شہر کے شیعان علی اور کوفہ اور بصرہ کے باسیوں کو یہ اطلاع ہو چکی تھی کہ امام حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد الرحمان بن ابی بکرؓ، عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی انکار کر دیا ہے انہیں یہ اطلاع بھی ہو چکی تھی کہ مکہ کا پہلا معرکہ عبد اللہ بن زبیر نے سر کر لیا ہے اور یزیدی لشکر کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اس پر شیعان علیؓ کے کوفہ اور بصرہ میں حوصلے بلند ہو گئے انہوں نے فوراً ایک شخص کو جو کہ شیعان علیؓ کا سردار تھا اسے اپنا لیڈر تسلیم کر لیا اور اسکے گھر ایک میٹنگ طلب کی۔

شیعہ مکتبہ فکر کی ایک معتبر تاریخ کی کتاب جسکا نام جلاء العیون ہے اس میں تفصیل سے یہ واقعات درج ہیں۔ انہوں نے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ حالات سازگار ہیں معاویہؓ کا انتقال ہو چکا ہے یزید تخت نشین ہوا ہے بڑے بڑے جلیل القدر لوگوں نے اسکی بیعت سے انکار کر دیا ہے لوہا گرم ہے اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے سیدنا امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے اور ہم ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور اس طرح یزید جیسے فاسق و فاجر اور شقی اور بدبخت انسان کی حکومت کا پٹہ اپنے گلے سے اتار پھینکیں۔

مسلمان اور بعض دیگر شیعہ لیڈروں نے یہ کہا کہ دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو ہم لوگ امام حسینؓ سے بے وفائی کر بیٹھیں اگر ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ انکا ساتھ دے سکتے ہو تو پھر اس امر کی دعوت دے دو 'اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ جابر حکومت کے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے اور ان سے جفا کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے تو انہیں تکلیف نہ دو 'لیکن شیعان علیؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر قیمت پر ان کا ساتھ دیں گے اور ثابت قدم رہیں گے 'پس ان فیصلوں کے نتیجے میں حضرت امام حسینؓ کو خطوط لکھے اور وفود بھیجے ان خطوط میں لکھا کہ اے ابن علیؓ! ہم آپکے اور آپکے والد گرامی کے شیعہ ہیں معاویہ کا انتقال ہو چکا ہے اور یزید تخت نشین ہوا ہے ہم کوفہ اور بصرہ کے سارے لوگ آپ کی حمایت میں فسق و فجور اور ظلم و ارتداد کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے تیار ہیں آپ تشریف لائیں ہم آپ

کے دست اقدس پر بیعت کر کے آپ کی خلافت کا اقرار اور اعلان کرنے پر آمادہ ہیں ہم آپ کو امر بالمعروف کی دعوت دیتے ہیں اگر آپ اس دعوت کے باوجود نہ آئے تو ہم قیامت کے روز آپ کے گریبان تک اپنا ہاتھ لے جائیں گے اور اللہ کی بارگاہ میں جواب طلبی کریں گے۔ کہ ہم نے ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور آپ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دی تھی۔ لیکن آپ نے ہماری دعوت پر کوئی اقدام نہیں کیا تھا۔

کوفہ جانے کے لئے امام پاک کا فیصلہ

جب امام حسینؓ کے پاس یہ خط پہنچے تو آپ کی ہمت اور غیرت دینی جوش میں آگئی اور آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے علم جہاد بلند کرنا اپنا فرض سمجھ لیا اس پر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر اعزہ و اقارب اور کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ حضرت آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں کوفہ کے لوگ بے وفا ہیں۔ جفاکار ہیں انہوں نے آپکے ابا حضور سے بے وفائی کی تھی انہیں غربت پردیس اور کس مپرسی کی حالت میں شہادت کے انجام تک پہنچایا تھا۔ اور پھر یہ لوگ وہ ہیں کہ یہ اپنے ظالم امیر کو تخت سے ہٹا کر دعوت نہیں دے رہے اسکی پیروی کا قلادہ بدستور ان کے گلے میں ہے۔ ان کے سروں پر اس کی غلامی کا سایہ ہے لیکن آپ کو بلا رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سے بے وفائی کر جائیں اور ظلم و ستم کے مرتکب ہوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ سنا لیکن فرمایا کہ اب مجھ پر امر بالمعروف نہی عن المنکر اور دعوت حق کی خاطر علم جہاد کرنا فرض ہو چکا ہے' وہ لوگ جفاکار ہوں یا بے وفا' مجھے انکی بے وفائی سے کوئی سروکار نہیں' قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے سوال کیا جائے کہ تجھے دعوت حق دی گئی تھی اس وقت ظلم و بربریت کا بازار گرم تھا اور سنت نبوی کے خلاف سرکشی ہو رہی تھی اور دین اسلام میں بدعات و خرافات کو رواج دیا جا رہا تھا قارونیت' فرعونیت' اور یزیدیت دندنا رہی تھی لوگوں کے حقوق سلب ہو رہے تھے آزادیاں چھینی جا رہی تھیں' اسلامی شعار کا مذاق اڑایا جا رہا تھا' اسلام کی حکومت اور اسلام کے قانون کی تضحیک ہو رہی تھی اور حسینؓ! اس وقت تو نے اس بغاوت کے خلاف جہاد کا علم

کیوں بلند نہ کیا؟ اس وقت میں کیا جواب دونگا۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ جانے سے پہلے اپنے چچا زاد مسلم بن عقیلؓ کو حالات کا جائزہ لینے بھیجتا ہوں' انہوں نے وہاں سے جو رپورٹ بھیجی پھر اسکے مطابق عمل کروں گا چنانچہ آپ نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ سفارت کے خیال سے بھیجا' اور فرمایا' کہ اے میرے بھائی مسلم! کوفہ جا کر حالات کا جائزہ لو! اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر مجھے مشورہ دو اور مجھے خط لکھو کہ آیا' ان حالات میں میرا وہاں جانا مناسب ہے یا نہیں؟ لوگ یزید کی بیعت توڑنے اور میری بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟

امام مسلم کا کوفہ میں والہانہ استقبال

چنانچہ حضرت مسلم بن عقیلؓ اپنے کچھ ساتھیوں اپنے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کو ساتھ لے کر کوفہ روانہ ہو گئے جب کوفہ پہنچے تو شیعان علی نے آپ کا شاندار استقبال کیا امام حسینؓ کا نمائندہ سمجھ کر جوق در جوق آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور پہلے ہی دن بارہ ہزار افراد نے حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی طرف سے بیعت کر لی۔ آپ نے پہلے دن لوگوں کا شوق' عقیدت و محبت' جوش اور ولولہ دیکھ کر امام حسینؓ کو خط لکھ دیا کہ بھائی حسینؓ! حالات دعوت حق اور امر بالمعروف کے لئے سازگار ہیں بارہ ہزار افراد نے پہلے دن میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے' ایک لاکھ افراد مزید بیعت کرنے کے لئے تیار ہیں' آپ بلا تامل اور بلا جھجک تشریف لے آئیں۔ یہ خط امام حسینؓ کو ملا اور آپ کوفہ روانگی کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ ادھر یزیدی حکومت کے حامیوں کو حضرت مسلم بن عقیلؓ کی سرگرمیوں کا علم ہو گیا۔

کوفہ کے گورنر کی معزولی اور ابن زیاد کا تقرر

کوفہ کا گورنر اس وقت جو شخص تھا اس کا نام نعمان بن بشیرؓ تھا' یہ حضور کے صحابہ اور خانوادہ رسول کے غلاموں میں سے تھا' وہ اگرچہ حکومت کے ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھا' لیکن اس کے دل میں اس عہدے کی محبت نہ تھی' وہ اس پر غلامی رسول اور عشق حسین کو ترجیح دیتا تھا' اسلئے مسلم بن عقیلؓ کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی' اور خاموش

کچھ گوارا کیا۔

یزیدی حکومت کے حامیوں نے دیکھا کہ کایا پلٹ جانے کا امکان ہے تو وہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کے پاس آئے اور آکر کہا کہ نعمان بن بشیرؓ! کوفہ شہر یزید کی حکومت سے نکلا جا رہا ہے امام حسینؑ کے حق میں لوگ جوق در جوق مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے ہیں اور تو خاموشی سے تماشا دیکھے جا رہا ہے' مسلم بن عقیلؑ کو گرفتار کر' اور قتل کر کے ان کا صفایا کر دے تاکہ فتنہ و فساد کا امکان نہ رہے۔

نعمانؓ کسی قیمت پر بھی اس اقدام کے لئے آمادہ نہ تھے' انہوں نے ٹالنے کی کوشش کی' فرمایا مسلم بن عقیلؑ نے چونکہ بیعت خفیہ لی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ علی الاعلان انہیں گرفتار کروں' میں بھی خفیہ طور پر کچھ اقدام کروں گا۔ لوگ سمجھ گئے کہ خانوادہ رسول کے خلاف اس غلامی اور محبت رسول کے رشتے سے کوئی اقدام کرنے پر تیار نہیں ہے۔ یزیدی حکومت کے حامیوں کا یہ وفد یزید کے پاس پہنچا اور اسکو صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور کہا کہ نعمان بن بشیرؓ قطعاً تیری حکومت کے مفادات کے تحفظ پر آمادہ نہیں ہے۔ امام حسینؑ کی آمد آمد ہے اور لوگ مسلم بن عقیلؑ کے ہاتھ پر جوق در جوق بیعت کر رہے ہیں کوفہ اور بصرہ بھی تیرے اقتدار سے نکل جانے کو ہے تو فوراً اس کیلئے کوئی بندوبست کر!۔

یزید نے اپنے ایک خاندانی غلام کو بلایا' یہ حضرت امیر معاویہؓ کا معتمد غلام تھا یزید نے اس کی گود میں پرورش پائی تھی' اور یہ اسی کے خاندان کا راز دار تھا' اس محرم راز سے پوچھا کہ حالات یہ ہیں تو بتا کہ میں کیا کروں؟ اس نے کہا یہ درست ہے کہ تو زیاد بن ابو سفیان کو اچھا نہیں سمجھتا' تیرے باپ حضرت امیر معاویہؓ نے زیاد کو تیرے دادا ابو سفیان کا بیٹا ظاہر کیا تھا لیکن لونڈی کے بطن سے ہونے کی بنا پر تیرے باپ نے اسے گوارا نہ کیا اور ہمیشہ حقیر نظروں سے دیکھا' پھر جب تیری تخت نشینی کا وقت آیا تو زیاد بن ابو سفیان نے تیری تخت نشینی کی بھی مخالفت کی' تو اس وجہ سے بھی اسے اچھا نہیں سمجھتا' اور اسکے بیٹے عبید اللہ ابن زیاد کو بھی اسی نسبت سے برا جانتا ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس آڑے وقت میں جس طرح عبید اللہ ابن زیاد تیرے کام آسکتا ہے اور اس "فتنہ و سازش" کو جس طرح وہ کچل سکتا ہے کوئی اور اس مہم کو کامیابی سے سر نہیں کر سکتا تو

فوراً کوفہ اور بصرہ کی حکومت عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کر دے' اور نعمان بن بشیرؓ کو معزول کر دے' تاکہ ابن زیاد اپنی سخت پالیسی کی وجہ سے اس سازش کو کچل دے یزید کو یہ مشورہ پسند آیا اس نے فوری خط کے ذریعے نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا اور عبید اللہ بن زیاد کو گورنر مقرر کر دیا۔

ابن زیاد کا کوفہ میں داخلہ

ابن زیاد' بصرہ کا گورنر تھا' کوفہ میں شیعان علیؑ و حسینؑ کا زور توڑنے کے لئے' یزید نے اسے کوفہ کا بھی گورنر بنا دیا' اور حکم نامہ بھیجا کہ فوراً کوفہ پہنچ کر' وہاں کے حالات کو قابو میں لاؤ۔

جس دن بصرہ میں ابن زیاد کو یزید کا یہ حکم نامہ ملا' اسی دن بصرہ میں حضرت امام حسینؑ کا قاصد بھی' آپ کا خط لے کر وہاں پہنچا مگر وہ گرفتار کر لیا گیا۔

ابن زیاد نے لوگوں کو مرعوب و خوفزدہ کرنے کیلئے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا' جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو گرجا!

اے لوگو! مجھے پہچاننے کی کوشش کرو' میں خونخوار سفاک کا بیٹا ہوں' ایک ظالم و جابر اور قتل و غارت سے دریغ نہ کرنے والے کا بیٹا ہوں' میرا باپ سفاک تھا اور میں بھی سفاک ہوں جو شخص یزید کی بیعت اور حکومت سے روگردانی کرے گا اور امام حسینؓ اور مسلم بن عقیلؑ کی بیعت کی بات کرے گا میں اسکے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دونگا' صفحہ ہستی سے مٹا دونگا' خبردار! سردست میں شہر بصرہ اپنے بھائی کے سپرد کر کے جا رہا ہوں تاکہ مسلم بن عقیلؑ کا صفایا کر سکوں اور تمہیں تنبیہ کئے جا رہا ہوں کہ یزید کی بیعت سے کوئی شخص انکار نہ کرے ورنہ اس کے حق میں اچھا نہیں ہو گا پھر اس نے اس قاصد کو بلایا جو امام حسینؑ کا خط لیکر آیا تھا مجمع عام میں کھڑے ہو کر تلوار بے نیام کر کے اس قاصد کا سر قلم کر دیا اور خود کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب وہ کوفہ پہنچا تو اس کے پاس پانچ سو آدمیوں کا لشکر تھا قادسیہ کے مقام پر باقی لوگوں کو چھوڑ کر سو افراد کو ساتھ لیا' اور اپنا لباس اتار کر حجازی لباس پہنا چہرہ کپڑے میں چھپا لیا' تاکہ لوگوں کو مغالطہ ہو کہ امام حسینؑ آ گئے

درمیان، کوفہ میں داخل ہوا تو اس وقت لوگ اس چشم و چراغ خانوادہ نبوت امام حسینؑ کی آمد کے منتظر تھے اور حسرت بھری نگاہوں سے انکی راہ دیکھ رہے تھے۔ جب شام کے اندھیرے میں عبید اللہ ابن زیاد چہرے پر کپڑا ڈالے آیا تو لوگ غلط فہمی کا شکار ہو گئے انہوں نے سمجھا کہ شاید حسین ابن علیؑ آ گئے ہیں وہ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے کوفہ کے گلی کوچوں میں آوازیں بلند ہوئیں مرحبا بکم، السلام علیک یا ابن رسول! اے رسول پاک کے پیارے بیٹے حسینؑ آپ کی آمد مبارک ہو! ہر طرف شور و غل بپا ہو گیا حتی کہ نعمان بن بشیرؓ نے بھی سمجھا کہ امام حسینؑ آ گئے ہیں نعمان کو یہ پتہ چل چکا تھا کہ یزید ان کے قتل کے درپے ہو چکا ہے اور حالات ناساز گار ہو گئے ہیں اور کوفیوں کی حالت کا بھی انہیں علم تھا جب عبید اللہ ابن زیاد سیدھا نعمان بن بشیرؓ کے محل پر پہنچا تو آپ نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اوپر سے آواز دی اے حسین ابن علیؑ! تجھ پر سلام ہو رات کا وقت ہے میری فوج قلعے کے اندر ہے مجھے حالات کی ناساز گاری کا علم ہے، آپ خدارا کوفہ چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں یہاں کے حالات ساز گاز نہیں ہیں، لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں یزید کے ساتھ ہیں۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میری حکومت میں آپ کا سر اقدس قلم ہو جائے، آپ خاموشی سے واپس چلے جایئے۔

ابن زیاد نے حضرت نعمانؓ کی یہ بات سنی تو جل بھن گیا کیونکہ اس میں سے بوئے وفا آ رہی تھی گرج کر بولا! دروازہ کھولو "میں ابن زیاد ہوں"

حضرت نعمان بن بشیرؓ نے دروازہ کھول دیا اس نے آتے ہی عہدے کا چارج لے کر حضرت نعمانؓ کو معزول کر دیا اور اسی وقت اپنے جاسوسوں کو حکم دیا کہ شہر میں پھیل جاؤ اور جہاں مسلم بن عقیلؑ پناہ گزیں ہوں ان کو گرفتار کر کے لے آؤ



معزز خواتین و حضرات! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطاب میں ہم نے حقائق و واقعات کی روشنی میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر گفتگو کا آغاز کیا تھا اور یہ سلسلہ وار گفتگو بیان کے اس مرحلہ پر ختم ہوئی تھی کہ جب حالات یزید کے قابو سے باہر ہونے لگے تو یزید نے نعمان بن بشیرؓ کو معزول کر کے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اور وہ رات کے دھندلکے میں کوفہ پہنچا اور اس نے اپنے منصب کو سنبھال لیا۔

ابن زیاد کی مکروہ سازشیں

اگلے روز ابن زیاد نے کوفہ میں ایک جلسہ عام کا انتظام کیا اس میں ہزاروں افراد جمع کر کے اس نے برملا اعلان کر دیا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ میرا باپ زیاد جلاد تھا، سفاک تھا خون ریز تھا اور میں بھی خون ریز اور سفاک ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم یزید کی بیعت اور اسکی حکومت سے انکاری ہو پس میں تمہیں سختی کے ساتھ اس بات سے منع کرتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ جو شخص امام حسینؓ کے لئے مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کریگا میں اسکا نام صفحہ ہستی سے مٹا دونگا۔ میں تم سب لوگوں کے نام بھی جانتا ہوں اور تمہاری شکلیں بھی پہچانتا ہوں اور تمہارے خاندانوں سے بھی واقف ہوں۔

اسکی اس ہیبت ناک گفتگو کے نتیجے میں وہ ہزاروں کوفی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت اور غیر مشروط وفاداری کے علم بردار تھے۔ وہ اپنی بزدلی کے باعث انہیں قدموں پر پیچھے ہٹ گئے، اور بہت سے لوگ خوف کے مارے چھپ گئے۔

بعد ازاں حضرت مسلم بن عقیلؓ کی رہائش کی صحیح خبر معلوم کرنے کے لئے ایک غلام کو تین ہزار درہم دیکر بھیجا، اس کو اطلاع ہو گئی تھی کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ اس وقت کوفہ کے ایک رئیس، ایک امیر کبیر شخص کے گھر میں موجود ہیں جسکا نام ھانی بن عروہؓ ہے، اور اہلبیت کے ساتھ محبت کرنے والا ہے، اس غلام سے کہا کہ تم ھانی کے گھر جاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ تمہیں بصرہ والوں نے امام حسینؓ کے حق میں، حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے بطور نمائندہ بھیجا ہے اور یہ تین ہزار درہم انہوں نے بطور ہدیہ بھیجے ہیں، اس بہانے صحیح صورت حال سے آگاہ ... کر کے مجھے خبر پہنچا

غلام ھانی بن عروہ رضؓ کے گھر پہنچا' دروازہ کھٹکھٹایا' اور کہا کہ مجھے بصرہ والوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے بطور نمائندہ بھیجا ہے تو وہ اسکی چکنی چپڑی باتوں میں آگئے اور اندر حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کے پاس لے گئے' اس نے ان کے سامنے بھی وہ بات حلفاً کہی' اور ان کے دست اقدس پر بیعت کرتے ہوئے تین ہزار درہم ہدیہ کے طور پر پیش کئے۔

واپس آکر اس نے ابن زیاد کو خبر کی' ابن زیاد نے اگلے روز ھانی بن عروہ رضؓ کو بلایا اور کہا کہ ہانی! تم جانتے ہو کہ میرے باپ زیاد بن سفیان نے کوفہ میں ایک شخص کو بھی خاندان نبوت سے محبت کرنے والا نہیں چھوڑا تھا تیرے سواب کو ختم کر دیا تھا اور تجھ پر احسان کرتے ہوئے میرے والد نے تجھے معاف کر دیا تھا لیکن آج اسی اہلبیت کی محبت میں بنو امیہ کی دشمنی کما رہے ہو اور بنو امیہ اور یزید کے دشمن کو اپنے گھر پناہ دے رہے ہو' حضرت ھانی رضؓ نے انکار کر دیا' لیکن جب اس نے غدار غلام کو پیش کیا تو آپ سمجھ گئے کہ سازش کا شکار ہو گئے ہیں اور ابن زیاد کو علم ہو گیا ہے۔

ابن زیاد بولا! اب مسلم بن عقیل رضؓ کو میرے سپرد کر دو! ھانی رضؓ کہنے لگے کہ میں یہ ظلم نہیں کر سکتا۔ کہ خانوادہ رسول کے چشم و چراغ کو میں اپنے ہاتھوں سے گل ہوتا ہوا دیکھوں۔ اس نے ایک گرز ھانی بن عروہ رضؓ کی پیشانی پر مارا اس کا سر پھٹ گیا۔

اہلِ کوفہ کی بے وفائی

ھانی بن عروہ رضؓ چونکہ کوفہ کے رئیس تھے اسلئے ان کے قبیلے کے ہزاروں افراد ننگی تلواریں لے کر نکل آئے' اس خیال سے کہ ھانی قتل کر دیئے گئے ہیں' یکایک کوفہ کی گلیوں میں ایک معرکہ بپا ہو گیا' امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے مسلم بن عقیل رضؓ بھی تلوار لے کر میدان کارزار میں آگئے بعض روایت میں چار ہزار تعداد آئی ہے لیکن بعضوں نے چودہ ہزار کی تعداد بیان کی ہے' یہ حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کی قیادت میں ابن زیاد کے قلعے پر حملہ آور ہو گئے شام تک ابن زیاد نے تیروں کی بارش کی' اتنا جبر او کیا اتنا ظلم و ستم کیا کہ چودہ ہزار افراد میں سے مغرب کے وقت تک کم و بیش پانچ سو کوفی حضرات مسلم بن عقیل رضؓ کے ساتھ رہ گئے اور باقی سب لوگ بزدلی کے سبب ان کا ساتھ

چھوڑ گئے' آپ نے نماز مغرب کی نیت باندھی پانچ سو کوفی آپ کے مقتدی تھے جب آپ نے سلام پھیرا اور پلٹ کر دیکھا تو ان پانچ سو کوفیوں میں سے ایک شخص بھی نہ تھا اندھیری رات میں ظالم و بے وفا لوگ حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کو تنہا چھوڑ کر گھروں کو واپس چلے گئے تھے' اب کوفے کی ہولناک گلیوں میں' رات کا ہیبت ناک ماحول ہے' یزید اور ابن زیاد کے ظالمانہ اور بہیمانہ منصوبے ہیں اور وہ جو ہزاروں کی تعداد میں آکے دست اقدس پر بیعت کر کے آپ سے غیر مشروط وفاداری کا وعدہ کر چکے تھے ان میں سے ایک شخص بھی اس وقت حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کا سہارا بننے کے لئے تیار نہیں آپ ان بے حیاؤں کی بے غیرتی پر تعجب کرتے رہے' آخر تھک ہار کر ایک دروازے پر چپکے سے بیٹھ گئے۔ کہ چلو دیوار سے ٹیک لگا کر رات کی کچھ گھڑیاں بسر کرتے ہیں' اچانک دروازہ کھلا اور گھر کی مالکہ نے جھانکا اور کہا! اے بھائی تو کون ہے؟ اور اس وقت میرے دروازے پر کیوں بیٹھا ہے؟ فتنے کا زمانہ ہے' سرکاری پہرے دار پھر رہے ہیں کوئی سپاہی تمہیں گرفتار کر کے لے جائے گا فرمانے لگے! میں مسلم بن عقیل رضؓ ہوں سارا دن صبح سے شام تک جہاد کرتا رہا ہوں اور بھوکا پیاسا ہوں اور جسم تھک کر چور چور ہو چکا ہے مجھے صرف رات کی چند گھڑیاں آرام کر لینے دے۔ وہ نیک بخت خاتون بھی اہل بیت سے محبت کرنے والی تھی' اور دل میں محبت چھپائے ہوئے تھی اس نے مسلم بن عقیل رضؓ کو اپنے گھر جگہ دے دی' لیکن اسے کیا خبر کہ اس کا بیٹا مسلم بن عقیل رضؓ کی تلاش میں سرگرداں ہے' وہ جب رات کو گھر پہنچا اس ماں نے اپنے کام کو کار خیر سمجھتے ہوئے اپنے بیٹے سے کہا کہ آج ہمارے گھر میں گلستان محمدی کا مہکتا ہوا پھول ہے اس بیٹے نے خونخوار آنکھوں سے دیکھا اور ابن زیاد کو خبر کر دی۔ اس کے سپاہی آئے اور مسلم بن عقیل رضؓ پر حملہ آور ہو گئے' دیر تک آپ نے دفاعی جنگ لڑی' لیکن تنہا تھے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچا دئے گئے' ابن زیاد نے آپ کو ھانی بن عروہ رضؓ کے ساتھ قید میں رکھا' یہ خبر پھر کوفے میں آگ کی طرح پھیل گئی اور کم و بیش اٹھارہ ہزار افراد پھر حضرت مسلم بن عقیل رضؓ کی رہائی کے لئے آگئے۔

حضرت مسلم کی شہادت

ابن زیاد اہل کوفہ کی نفسیات اور کمینہ فطرت سے بخوبی آگاہ تھا' اسے علم تھا کہ

لوگ انتہائی بزدل ' ڈرپوک اور کم ہمت ہیں شیر کی طرح آگے آتے ہیں ' مگر مد مقابل کے بگڑے تیور دیکھ کر فوراً ہی سہم جاتے ہیں ' ابن نے ان کی اس بزدلی ' کم ہمتی اور بے غیرتی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ' اور حضرت امام مسلم بن عقیلؓ اور حضرت ہانیؓ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا ' کہ ان حضرات کے سر کوفیوں کی بھیڑ میں پھینک دئے جائیں ' ان کے کٹے ہوئے سر دیکھتے ہی ان کی یہ سب نعرہ بازی ختم ہو جائے گی اور یہ جوش و خروش بھول کر دم دبا کر بھاگ جائیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان دونوں کو شہید کر کے جب ان کے سر کوفیوں میں پھینکے گئے تو ان کے ہاتھ پیر پھول گئے خوف سے کانپ اٹھے ' اور کھسکنا شروع ہو گئے ' آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ اٹھارہ ہزار افراد میں سے ایک بھی نہ بچا ' اور سب دم دبا کر ' اور جان بچا کر بھاگ گئے۔

امام مسلم کے دو صاحبزادے

حضرت مسلم بن عقیلؓ نے جب یہ منظر دیکھا تو اپنے چھوٹے صاحبزادوں کو جو کہ معصوم بچے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم اپنے ابا کے ساتھ کوفے آئے تھے ان کو قاضی شریح کے ہاں حفاظت کے لئے بھیج دیا تاریخ کی اکثر کتابوں میں یہی کچھ آتا ہے کہ حضرت محمد اور حضرت ابراہیم جو حضرت مسلم بن عقیلؓ کے بیٹے تھے اور معصوم تھے ان کو بھی حضرت مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کے بعد شہید کر دیا گیا تھا لیکن روضۃ الشہداء میں ملا حسین کاشفی نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیلؓ نے ان دونوں شہزادوں کو حضرت شریحؒ کے ہاں بھیج دیا ' اور فرمایا تھا کہ بیٹو! تم ادھر ٹھہرو میں تمہارے چچا ہانی کی رہائی کیلئے جنگ کرنے جا رہا ہوں اور ابھی لوٹ کر آتا ہوں۔ وہ دونوں اسی لمحہ سے اپنے والد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے سارا دن گذر گیا پھر ساری رات بیت گئی لیکن حضرت مسلم بن عقیلؓ واپس تشریف نہ لائے ' ان معصوم بچوں نے پردیس میں ایک لقمہ تک تناول نہ کیا تھا۔ ایک عجیب پریشانی تھی مایوسی کی کیفیت تھی پانی پیتے تھے نہ کھانا کھاتے تھے جناب قاضی شریح پرنم آنکھوں کے ساتھ دست بستہ

شہزادوں کے سامنے پیش ہوتے! عرض کرتے شہزادو! کھانا کھا لو تو وہ عرض کرتے چچا جان! ہم اپنے ابا جان کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ ہم ان کا انتظار کر رہے ہیں ' اور قاضی شریح ایک آہ بھر کر سر جھکا لیتے نہ وہ بیان کر سکتے تھے اور نہ ہی وہ چھپا سکتے تھے پرنم آنکھوں کے ساتھ لوٹ جاتے پھر آ کر عرض کرتے تو پھر وہی جواب ملتا کہ چچا ہم اپنے ابا جان کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے۔ یہ کشمکش جاری ہے دو دن سے بچے بھوکے اور پیاسے ہیں پھر چھوٹا ابراہیم اپنے بڑے بھائی سے کہتا ہے بھائی جان خدا جانے ابا جان کب آئیں گے؟ میں مدینے کی گلیوں کے لئے اداس ہو گیا ہوں ' میرا دل چاہتا ہے کہ ہم دوڑ کر واپس مدینے چلے جائیں ' اور مدینے کے بچے کہتے ہوں گے کہ ابراہیم ہمیں کوفہ جا کر بھول گیا ہے ' اس قسم کی معصومانہ گفتگو دونوں بھائی آپس میں کر رہے ہیں۔ قاضی شریح اور اسکے گھر والے اس گفتگو کو سن رہے ہیں انکا کلیجہ پھٹا جا رہا ہے۔

اسی اثنا میں کوفے کی گلیوں میں اعلان ہو گیا کہ جو شخص مسلم بن عقیلؓ کے دونوں بیٹوں کو گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا اور جو شخص ان دونوں کو اپنے گھر میں پناہ دے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔

اب قاضی شریح سے رہا نہ گیا ' اس لئے کہ ہر طرف جاسوس ان بچوں کی تلاش میں تھے اس وہ دل تھام کر بڑی پریشانی کے عالم میں شہزادوں کے سامنے آ کر عرض کرنے لگے۔ میں بڑے افسوس کے ساتھ تمہیں یہ خبر سنانے کے لئے مجبور ہوں کہ تمہارے بابا حضرت مسلم بن عقیلؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور یہ ہزاروں کوفی جو کل تک تمہارے ہاتھ چومتے تھے تمہارے دامن چھو چھو کر اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے۔

اور تمہارے بابا کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی خاطر کٹ مرنے کا اعلان کرتے تھے سب کے سب تمہارا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ اب سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں کہ تم چپکے سے مدینے چلے جاؤ ' اگر میں تمہیں مزید اپنے گھر ٹھہراتا ہوں تو کسی بھی لمحے تمہاری گرفتاری عمل میں آ سکتی ہے ' بچے رو دیئے انہوں نے سمجھا کہ شاید باقی کوفیوں کی طرح چچا بھی ہم سے باغی ہو گیا ہے کہنے لگے چچا جان! کیا آپ بھی ہمیں گھر سے نکالنے لگے ہیں؟ عرض کیا! نہیں شہزادو ' بات یہ نہیں لیکن تمہاری حفاظت اسی طرح ممکن ہے کہ تم مدینہ چلے جاؤ۔ صبح سویرے فلاں جگہ سے ایک قافلہ

تمہیں وہاں پہنچا دے گا۔ پھر اپنے بیٹے اسعد کو بلایا اور کہا اسعد صبح سویرے ان دونوں بچوں کو لے جاکر ان قافلے والوں کے سپرد کر دینا' ان کی شناخت نہ کروانا کسی کو پتہ نہ چل سکے کہ اجنبی کون ہیں؟ وہ چپکے سے انہیں مدینہ چھوڑ دیں گے' پھر یہ شہزادے خود اپنے گھر چلے جائیں گے۔

صاحبزادوں کی شہادت

اسعد بن شریح' علی الصبح حضرت ابراہیم اور حضرت محمد کو لیکر اس قافلے کی جانب روانہ ہوئے' لیکن افسوس کہ یہ قافلہ کچھ دیر پہلے روانہ ہو چکا تھا اس نے قافلے کی راہ کی طرف نظر دوڑائی تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ گرد اڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی' اسعد بن شریح نے کہا بچو! وہ گرد اسی قافلے کی ہے' تمہارے ساتھ میرا جانا اور دوڑنا کچھ مناسب نہیں ہے بلکہ مصلحت کے خلاف ہے تم دوڑ پڑو جلد ہی اس قافلے کے ساتھ مل جاؤ گے! معصوم بچوں نے اسکا شکریہ ادا کیا اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر قافلے کی جانب دوڑ پڑے' بچے بہت کم عمر تھے راستہ خاردار تھا تیزی سے دوڑا بھی نہ جاتا تھا' کچھ ہی آگے چلے تھے کہ چھوٹے بچے ابراہیم کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا' اسکو سخت تکلیف ہوئی وہ بیٹھنا چاہتا تھا اور بھائی اسے گرفتاری کے خوف سے آگے بھگانا چاہتا تھا' دیر تک یہی صورت حال رہی لیکن بڑا بھائی بھی چھوٹا ہی تھا کس طرح گھسیٹ کر لے جاتا۔ کچھ دیر کے بعد اسے رکنا ہی پڑا اور چھوٹے بھائی کے پاؤں سے کانٹا نکالا' تھوڑی دیر بعد جب دوبارہ قافلے کی طرف روانہ ہوئے تو گرد بھی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔ اور قافلے کی کوئی خبر نہ تھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زبان حال سے کہنے لگے کہ ہم اکیلے رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونا شروع کر دیا۔

دن کا اجالا پھیلتے ہی ابن زیاد کے سپاہی انکی تلاش میں وہیں آ پہنچے جہاں شہزادے کھڑے تھے' انہوں نے ان کے چہرے کے حسن سے پہچان لیا کہ یہ خاندان نبوت کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہیں۔ انکو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے اس نے ان کے ننھے منے ہاتھ رسیوں سے باندھ دیئے' اور ایک سیاہ کوٹھڑی میں بند کر دیا یہ تنگ و تاریک اور بھیانک کوٹھڑی دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے یہ

کیسی کوٹھڑی ہے ہم نے مدینے میں تو ایسی کوٹھڑی کبھی نہیں دیکھی' وہ معصوم جیل کے تصور سے نا آشنا تھے' انہیں کیا معلوم کہ جیل خانہ کیا ہوتا ہے' اس لئے اداس اور غمگین' ایک دوسرے سے چمٹ کر اسی کالی کوٹھڑی میں بیٹھ گئے۔ ان بچوں نے تین دن سے کچھ کھایا پیا نہ تھا۔ جسم نڈھال ہو چکا تھا اور پریشانی کی کیفیت اس کے علاوہ تھی رات بھر رسیوں کی تکلیف کے سبب روتے رہے پریشانی میں ساری رات تڑپتے رہے۔ یہ منظر دیکھ کر ایک سپاہی پہرے دار کو ترس آ گیا۔ اس نے چپکے سے ان کی رسیاں کھول دیں اور اپنی انگوٹھی انہیں دے کر کہنے لگا شہزادو! میں بھی دل میں تمہارے ہی خاندان کی محبت چھپائے ہوئے ہوں لیکن حالات نے ظلم و ستم او جبر و بربریت پر مجبور کر دیا ہے۔ میری انگوٹھی لے جاؤ۔ چپکے سے چھپ چھپا کر قادسیہ کے مقام پر پہنچ جاؤ۔ قادسیہ میں فلاں جگہ میرا بھائی رہتا ہے اس کا یہ نام ہے اسے میری انگوٹھی دکھا دینا وہ تمہیں عافیت سے مدینہ پہنچا دے گا

ان معصوم بچوں کو کیا خبر کہ قادسیہ کہاں ہے؟ ڈر کے مارے اب کسی سے پوچھتے بھی نہ تھے' رات کو چل پڑے ساری رات گھوم پھر کر بالآخر جب صبح طلوع ہوئی تو یہ دیکھا کہ کوفہ کی گلیوں میں ہی چکر لگا رہے ہیں اور قادسیہ کی کوئی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ فاصلے پر دیکھا کہ ایک ویران خشک درخت کا تنا ہے جس کا خول ہے چھوٹے سے معصوم بچے پھر ایک دوسرے کے گلے لگ کر رو پڑے اور درخت کے خول میں چھپ گئے کہ سارا دن تو یہاں رہیں پھر رات ہو گی تو دیکھا جائے گا۔ وہ کھڑے ہی تھے کہ درخت کے قریب بہنے والے ایک چشمے سے پانی بھرنے کیلئے ایک لونڈی ادھر آ گئی اس کی نظر جب ان دو معصوم بچوں پر پڑی تو بولی' تم کون ہو؟ سچ بولنے کے عادی تھے بول پڑے ہم مسلم بن عقیلؑ کے بیٹے ہیں فوراً آئی اور ان دو شہزادوں کو اپنے گھر لے گئی ان کو نہلایا' دھلایا' دن بھر انکا خیال رکھا رات کو ایک الگ کمرے میں کھانا کھلا کر چھپا دیا اس عورت کا خاوند ان شہزادوں کی تلاش میں سارا دن سرگرداں رہا تھا۔ تھک ہار کر رات کو گھر پہنچا اور کھانا کھا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا ایک کمرے میں وہ مالکہ اور اس کا شوہر لیٹے ہوئے تھے دوسرے کمرے میں تنہا دو معصوم بچے تھے۔ اچانک رات کو ایک بھائی خواب دیکھتا ہے کہ بہشت کا منظر ہے اور ہمارے نانا [illegible]

و سلم ایک مجلس میں جلوہ فرما ہیں وہ بچہ دیکھتا ہے کہ حضورؐ کے دربار میں حضرت علیؓ شیر خدا بھی ہیں اور حضرت سیدہ عالم فاطمۃ الزہرۃؓ بھی ہیں ۔ حضرت امام حسنؓ بھی ہیں اور انکے والد حضرت مسلم بن عقیلؓ بھی ہیں اور حضورؐ حضرت مسلم بن عقیلؓ سے فرما رہے ہیں بیٹے مسلم بن عقیلؓ خود آ گئے ہو اور بچوں کو اکیلا چھوڑ آئے ہو اس پر حضرت مسلم بن عقیلؓ رو کر عرض کرتے ہیں 'یا رسول اللہ ﷺ! چند گھڑیوں کی بات ہے وہ بھی آ رہے ہیں بس یہ گفتگو سنی یہ منظر دیکھا تو بچہ بے ساختہ چیخ اٹھا اسکی چیخ بلند ہوئی دوسرا بھائی بھی بے ساختہ چیخ پڑا اور پھر دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے 'بھائی نے پوچھا بھائی تم کیوں رو رہے ہو وہ کہنے لگے ابھی ہمارے نانا جان نے بابا جان سے پوچھا ہے کہ مسلم بچوں کو اکیلا کیوں چھوڑ آئے ہو؟ اور بابا جان نے کہا کہ حضور وہ بھی آ رہے ہیں ۔ بڑا بھائی قسم کھا کر کہنے لگا ابراہیمؑ میں بھی یہ منظر دیکھا ہے بس وہ زار و قطار رو پڑے ان کی آواز بلند ہوئی تو اس ظالم کی بھی آنکھ کھل گئی 'اس نے اپنی بیوی سے پوچھا! اس کمرے میں کون بچے رو رہے ہیں اس نے جواب دیا کہ ظالم اب اس قصے کو بھول جا خیر اس نے بیوی کو مارا پیٹا 'اور سختی سے دروازہ توڑ کر اندر گھس گیا' بچے تھرا رہے تھے خوف سے کانپ رہے تھے اس نے آ کر بچوں کو گیسوؤں سے پکڑ لیا 'طمانچوں سے مارنا شروع کر دیا وہ ظالم کہتا تھا کہ ظالمو! میں تین دن سے مسلسل تمہاری تلاش میں ہوں اور تم یہاں آرام سے چھپے ہوئے ہو 'نہ مجھے کھانے کا ہوش ہے نہ پینے کا ۔ تم نے مجھے بے حد پریشان کیا ہے اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا بچوں نے کہا بتاؤ تو سہی 'ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے تم ہمیں کس وجہ سے مار رہے ہو؟ وہ آگے کوئی جواب نہ دے سکا 'اور گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گیا 'ابن زیاد نے بھی ان بچوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا اس شخص نے دونوں شہزادوں کو پکڑا اور شہر کے ایک گوشے میں لے جا کر باری باری اپنی تلوار سے دونوں کو نہایت بے دردی سے قتل کر ڈالا ۔ چمنستان مصطفوی کے یہ دونوں پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئے ان کا مقدس خون زمین پر بہہ گیا 'سر تن سے جدا ہو گئے اور تن خاک پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے ۔ پھر یہ دونوں سر اور مسلم بن عقیلؓ اور ھانیؓ کے سر سب یزید کے پاس پہنچا دیئے گئے اور اسے اطلاع کر دی گئی کہ تیرے ظلم و ستم کی تسکین کا سامان یوں فراہم کیا جا رہا ہے ۔ شہزادے شہید ہو گئے ۔ شہادت سے پہلے وہ اس بات پر

بھی پریشان رہے کہ ہم تو جا رہے ہیں لیکن کوئی ہمارے چچا حسینؓ کو خبر کر دیتا اور انہیں پتہ چل جاتا کہ کوفی پھر گئے ہیں وہ یہاں تشریف نہ لائیں یہی تمنا دل میں لئے وہ دنیا سے رخصت ہو گئے ۔

سُوئے کوفہ روانگی

ادھر امام عالی مقام 'خانوادہ رسول کی مقدس اور عزت مآب خواتین اپنے بچوں دوستوں اور بہی خواہوں کو ساتھ لیکر عازم کوفہ ہو گئے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے منع کیا کہ بھائی جان کوفی بڑے بے وفا ہیں 'وہ ناقابل اعتماد ہیں 'آپ کوفہ نہ جائیے 'اسی طرح حضرت جعفرؓ منع کرتے رہے عبد اللہ بن زبیرؓ منع کرتے رہے اور ساتھی منع کرتے رہے لیکن امام عالی مقام سب کو یہ جواب دیتے رہے کہ اب مسئلہ وفا اور بے وفائی کا نہیں ہے مسئلہ اس دعوت کا ہے جس کا مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ میں کلمہ حق بلند کرنے کیلئے 'جبر و بربریت کے خلاف 'ظلم و ستم کے خلاف 'کفر و طاغوت کے خلاف ' شریعت مصطفوی کے احیاء کے لئے اور دین اسلام کی قدروں کو پامال ہونے سے بچانے کے لئے 'میدان میں آ جاؤں اور علم جہاد بلند کروں تاکہ میرے نانا جان کا دین پھر سے زندہ ہو سکے 'مسئلہ دین کو زندہ کرنے کا ہے 'مسئلہ حق کی شمع کو روشن کرنے کا ہے یہاں بعض احباب نادانی میں یا بغض اہل بیت میں کہہ دیتے ہیں اور لکھ جاتے ہیں کہ ایسے حالات میں جبکہ امام حسین کے پاس مسلح لشکر نہ تھا 'فوج نہ تھی 'سیاسی قوت نہ تھی حالات ساز گار نہ تھے ۔ ابن زیاد اور یزید کے پاس سب کچھ تھا ایسے حالات میں امام حسینؓ کا ایسے مقام پر جانا معاذ اللہ خروج تھا یہ تصور سوائے اسکے کہ اہل بیت کا بغض اور آل رسول کے ساتھ دل میں عناد ہو اسکے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے ۔

راہِ رخصت اور راہِ عزیمت

آپ کے ذہن صاف کرنے کیلئے میں ایک ضابطہ آپکے سامنے پیش کرتا ہوں سنیے! شریعت مطہرہ میں ایسے مشکل وقت پر دو راستے بتائے جاتے ہیں اور دونوں راستے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے تجویز کردہ ہیں ۔ ایک راستے کو راہِ رخصت کہا جاتا

اور ایک راستے کو راہ عزیمت کہا جاتا ہے اگر تو حالات ساز گار ہوں جبر و بربریت کفر و ظلم اور باطل و طاغوت کا صفایا آسانی سے کیا جا سکتا ہو ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے پر ' ہر کلمہ گو پر ' اس ظلم کے خلاف میدان کارزار میں نکل آنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے پھر کسی شخص کے لئے سوائے کسی شرعی مجبوری کے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوتا لیکن حالات جب ناساز گار ہوں جمعیت ' قوت اسلحہ اور بھاری فوج ساتھ نہ ہو اور باطل زیادہ مضبوط ہو ' طاقتور ہو ' قوی تر ہو ایسے حالات میں باطل کو ختم کرنے یا ہٹا دینے کی صورت ظاہر انظر نہ آتی ہو تو ان ناساز گار حالات میں دو راستے شریعت نے امت کو عطا کئے ہیں ۔ وہ لوگ جو حالات کی ناساز گاری کو دیکھیں انہیں اجازت ہے کہ وہ رخصت پر عمل کریں گوشہ نشیں ہو جائیں چپکے سے لعنت ملامت کرتے رہیں دل سے برا جانیں ۔ لیکن مسلح کشمکش کیلئے میدان میں نہ آئیں بے شک الگ تھلگ ایک جگہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کریں یہ راہ رخصت ہے اور ہر دور میں اکثریت رخصت پر عمل کرتی رہی ہے ۔ اور راہ رخصت کی راہ پر عمل کرنا شریعت میں نہ ناجائز ہے' نہ حرام ہے اور نہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر اضطراری حالت میں رخصت کی اجازت دے رکھی ہے لیکن اگر سب کے سب لوگ بلا استثنا ایسے حالات میں رخصت پر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو پھر ظلم و کفر اور طاغوت کو ختم کرنے کے لئے حالات کبھی بھی ساز گاز نہیں ہو سکتے اسلئے ' باوجود رخصت کے کچھ لوگ راہ عزیمت پر بھی چلنے والے ہوتے ہیں ۔ وہ حالات کی ساز گاری اور ناساز گاری کو نہیں دیکھتے وہ فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت پر نہیں نظر ڈالتے ' وہ مسلح کشمکش میں ناکامی اور کامیابی کے انجام پر توجہ نہیں دیتے بلکہ انکی توجہ صرف اور صرف اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ ہم اپنے تن کو ' اپنے من کو اللہ کے دین کے بچانے کیلئے کیسے قربان کریں شاید تن میں لگی ہوئی یہ آگ ہی آئندہ نسلوں کے اندھیرے دور کردے وہ اپنے خون سے پورے دین کی آبیاری کرنے کو ہی دین کے احیاء اور تحفظ کا باعث سمجھتے ہیں وہ حالات کی ناساز گاری سے بے خبر اور لا تعلق رہتے ہوئے اضطراری حالات میں بھی اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں اور سر بکف ہو کر میدان کارزار میں اترتے آتے ہیں وہ اپنی شان کے لائق اور اپنے مقام کی مناسبت سے اس اقدام کو فرض سمجھتے ہیں ' جس طرح ہر شخص راہ رخصت پر عمل نہیں کر سکتا اسی طرح راہ

عزیمت پر بھی چلنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے ۔

امام حسینؑ نے یہ اقدام اس لئے کیا تھا کہ ان کے رگ و ریشے میں علی ابن طالب کا خون گردش کر رہا تھا۔ حضرت سیدہ زہراؑ کی گود میں پرورش پائی تھی ' محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی ۔ حضور کی زبان کو چوسا تھا وہ علیؑ کے فرزند اور خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ تھے ' اسلئے جو احساس زیاں انہیں تھا ' وہ کسی کو نہیں ہو سکتا تھا وہ بنائے لا الہ تھے ۔

اسلئے ظاہر ہے راہ عزیمت پر عمل کرنے کی عزت اس دور میں آپ کے سوا اور کسے نصیب ہو سکتی تھی ؟ اور پھر یہ بات بھی ذہن نشین فرمالیں کہ جو لوگ راہ رخصت پر عمل کرتے ہیں وہ بھی حق بجانب ہوتے ہیں ۔ کسی شخص کو حق نہیں پہنچتا کہ انہیں مطعون کرے اور برا بھلا کہے ۔ اسلئے کہ انہیں حق دیا گیا ہے کہ راہ رخصت اختیار کریں البتہ ایسے لوگوں کی راہ کو کوئی شخص اپنا اسوہ اور راہنما نہیں بناتا' اہل عزیمت اور عشاق ان کی راہ پر چلتے ہیں جو لوگ اپنے گلے کٹواتے ہیں ۔ اور اپنے خون سے ہولی کھیلتے ہیں اور قربانیاں دیتے ہیں ۔ وہ راہ عزیمت پر چل کر قیامت تک ایک اسوہ حیات دے جاتے ہیں ۔ دین کو زندہ کرنے کیلئے ایک شاہراہ قائم کر دیتے ہیں ۔ دینی اقدار کو مٹنے سے بچانے کیلئے اور پھر سے بحال کرنے کے لئے ایک ضابطہ حیات دے جاتے ہیں ۔ اسلئے جن لوگوں نے امام حسینؑ کے اقدام کو ان ظاہری حالات کی ناساز گاری کی بنا پر معاذ اللہ خروج اور بغاوت کا الزام دیا ہے وہ نہ تو دین کی روح اور تعلیم سے واقف ہیں اور نہ ہی شریعت اسلامیہ کے احیاء کے تقاضوں سے واقف ہیں ۔ اور نہ ہی اس امر کی خبر رکھتے ہیں کہ اسلام کی قدریں مٹ رہی ہوں تو انہیں زندہ کرنے کے لئے خون کی بازی کس طرح لگائی جاتی ہے اور شاید وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس وقت یزید کا تخت پر بیٹھنا اسلام کی تاریخ کو کس رخ پر ڈال رہا تھا اور اگر ایک حسینؑ بھی میدان کارزار میں علم حق بلند کرنے کے لئے نہ نکلتا اور یہ بہتر تن بھی اپنے خون کا نذرانہ دینے کیلئے نہ نکلتے تو آج اسلام کی جو متاع ' جمہوری قدروں کی صورت میں ' آزادی کی صورت میں عزت اور جاہ و شوکت کی صورت میں ' اسلام کی شریعت کے نفاذ کی صورت میں ' جس حال میں بھی نظر آرہی ہے وہ شاید اس کا نظارہ کہیں دکھائی نہ دیتا ' اسلام کی پوری تاریخ اور [illegible]

حسینؑ ابن علی کے خون کے قطرات کی' اور خانوادہ رسول کی اس عظیم قربانی کی جس نے رخصت کو چھوڑ کر اپنے تن کو تو ماچس کی طرح جلا لیا اور عمر بھر کے لئے اس زمانے کی تاریکیوں اور اندھیروں کو اجالے میں بدل ڈالا۔ یہی وجہ ہے کہ آج چودہ سو برس بیت گئے۔ رخصت کی راہ پر چلنے والے ہزاروں تھے لیکن عزیمت کی راہ پر چلنے والے بہتر تھے جن کے قائد حسینؑ ابن علی تھے چودہ صدیاں بیت گئیں دنیا جب بھی نام لیتی ہے بطور نمونہ کے' وہ حسینؑ ابن علی ہی کا نام لیتی ہے

مکہ سے کربلا تک

امام حسینؑ مکہ معظمہ سے تین ذوالحجہ کو روانہ ہوئے راستے میں ایک شاعر ملا آپ نے پوچھا کہ کوفہ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا! ان کے دل آپ کے ساتھ مگر تلواریں یزید کے ساتھ ہیں

آپ جب تین ذوالحجہ کو روانہ ہوئے تو آپکی خدمت میں درخواست کی گئی کہ کچھ دن اور گذار لیں لیکن امام حسینؑ کے سامنے اپنے نانا جان کا یہ ارشاد مبارک تھا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مکہ کے حرم کا تقدس قریش کے ایک شخص کے سبب پامال ہو رہا ہے' یہاں ایک شخص کے سبب خون بہہ رہا ہے۔ فرمانے لگے ممکن ہے کہ مکہ میں یزیدی فوج گرفتاری کیلئے اہتمام کرے اور ہمارے حامی ہمارے دفاع میں تلواریں اٹھالیں اور میرے سبب سے حرم مکہ میں خون بہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے نانا جان کے اس ارشاد کا مصداق بنوں۔

حج کے دنوں سے قبل روانگی اختیار فرمائی اس شاعر کی بات سننے کے باوجود آگے گئے راستے میں حرؓ بن یزید تمیمی ملا اسے ابن زیاد نے لشکر دیکر بھیجا تھا کہ حسینؑ تمہیں جہاں ملے اسے کوفہ میں داخل نہ ہونے دو اور کوشش کر کے میرے پاس لے آؤ حر نے کہا! حسینؑ ابن علیؑ آپ کو پتہ چل چکا ہو گا کہ آپ کے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؑ شہید ہو گئے ہیں' کوفی لوگ حسب دستور بے وفا ثابت ہوئے وہ آپ کی اطاعت سے پھر چکے ہیں' حالات سازگار نہیں ہیں' بتایئے آپ کا کیا خیال ہے؟ مجھے حکم ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں'۔

امام عالی مقام نے کل قافلہ سے مشورہ کیا اور یہ قرار پایا کہ فی الحال میدان میں پڑاؤ کیا جائے۔ وہیں عمرو بن سعد بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ابن زیاد کی طرف سے امام حسینؑ کے قتل کے منصوبے کے تحت آ پہنچا۔ امام حسینؑ جس میدان تک پہنچے اس میدان کی خبر تک نہ تھی کہ یہ کونسا میدان ہے دریائے فرات کا کنارہ تھا' خیال کیا کہ یہاں پانی قریب ہے کچھ آسانی ہو گی' یکم محرم کو اور بعض روایتوں کے مطابق دو محرم کو اسی میدان میں اترے اور ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کون سا میدان ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ! حضرت اس کا نام کربلا ہے فرمانے لگے بس یہیں خیمے لگا دو یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے اس جگہ پہنچتے ہی آپ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فرامین یاد آ گئے جو آپ نے کربلا کے متعلق فرمائے تھے اور بچپن کے زمانے کی یادیں اور حضور کی دی ہوئی بشارتیں آنکھوں کے سامنے آ گئیں۔ وہ بچپن کا لمحہ یاد آ گیا کہ جب حضرت ام سلمہ اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق حضرت ام سلمہؓ کی گود میں امام عالی مقام کھیل رہے تھے کہ اچانک آقائے دو جہاں کی چشمان مقدس پر آنسو آ گئے ام المومنین نے پوچھا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بات ہے؟ آپکی آنکھوں آنسو آ گئے ہیں؟ فرمایا!

اتانی جبریل و اخبرنی ان ابنی الحسین یقتل فی بعض

ارض العراق یقال لها کربلا و هذه تربتها تربة حمراء

(خصائص کبریٰ ۲: ۱۲۵)

اے ام سلمہؓ! میرے پاس جبریل آیا ہے' اور اس نے اس شہزادے کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتایا ہے کہ آقا! آپ کے بعد امت کا ایک ظالم گروہ' آپکے بیٹے حسینؑ کو غریب الوطنی کے عالم میں شہید کر دے گا اور عراق کے جس میدان میں انکی شہادت ہو گی اس کا نام کرب وبلا ہے اور یہ اس جگہ کی سرخ مٹی ہے حضور نے اس مٹی کو سونگھ کر فرمایا "ریح کرب و بلاء" حقیقت یہ ہے کہ اس مٹی سے بھی رنج والم اور دکھ اور درد کی بو آ رہی ہے یہی وہ میدان ہے جسکی نسبت میرے ابا نے خبر دی تھی کہ

ههنا مناخ رکابهم و موضع رحالهم و مهراق دمائهم فتیة

من آل محمد یقتلون بهذه الموضعة تبکی علیهم السماء والارض

"یہاں میرے حسینؑ اور اسکے قافلے کے خیمے لگیں گے یہاں ان مسافروں کے کجاوے رکھے جائیں گے۔ یہاں انکا مقدس خون بہایا جائے گا اور آل محمد کا ایک مبارک گروہ بے دردی کے ساتھ یہاں شہید کر دیا جائے گا ایسی شہادت کہ جس کی شہادت پر زمین بھی روئے گی اور اور آسمان بھی آنسو بہائے گا" [۱]

اسی میدان کی مٹی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی تھی اور فرمایا تھا!

اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل [۲]

جب یہ مٹی خون میں تبدیل ہو جائے تو جان لینا میرا بیٹا شہید کر دیا گیا ہے

اے ام سلمہؓ! اس مٹی کو سنبھال کر رکھنا مجھے معلوم ہے کہ جب میرے بیٹے حسینؓ کی شہادت کا وقت آئے گا تو اس وقت تو زندہ ہو گی جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ ساری بشارتیں پہلے سے دی جا چکی تھیں۔ اسلئے امام عالی مقام نے اس میدان کو اپنے اپنے سفر کا منتہی سمجھ کر خیمے لگائے اور یہ خیال فرمایا کہ دریا قریب ہے پانی میسر آئے گا لیکن ان ظالموں نے آپ کو پانی سے محروم کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ آٹھ دن عمرو بن سعد اور ابن زیاد کے قاصدوں کے درمیان آنے جانے میں گذر گئے کچھ گفت و شنید چلتی رہی' ابن زیاد نے جب سمجھا کہ عمرو بن سعد امام حسینؓ کے قتل سے گریز چاہتا ہے تو اس نے شمر ذی الجوشن کو لشکر دے کر روانہ کیا اور کہا کہ عمرو بن سعد اگر حسینؑ کے ساتھ مقاتلہ کرے تو فبہا اگر متامل ہو تو اسے معزول کر کے لشکر کی قیادت تم سنبھال لینا۔ شمر ذی الجوشن پہنچا تو محرم کا آغاز ہو چکا تھا عمرو بن سعد نے یہ دیکھا کہ حکومت مجھ سے چھنی جا رہی ہے' امام حسینؓ کے ساتھ مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور ابن زیاد کے کہنے پر پانچ سو لشکریوں کو بھیجا کہ وہ فرات پر قبضہ کر لیں اور حسینؓ کو پانی کا ایک گھونٹ تک نہ لینے دیں

---

[۱] خصائص کبری صفحہ نمبر ۱۲۶ جلد نمبر ۲ دلائل النبوت ابو نعیم صفحہ ۵۰۹

[۲] تہذیب التہذیب ۲ : ۳۴۷ خصائص ۲ : ۱۲۵

نو اور دس محرم کے واقعات

امام حسینؑ نے نو محرم کو اپنے بھائی عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالب کو پچاس جوانوں کے ساتھ بھیجا کہ کچھ پانی لیکر آئیں کیونکہ کل جنگ کا دن ہے۔ وضو کیلئے اور پینے کے لئے پانی کی ضرورت ہو گی۔ حضرت عباسؑ گئے فرات کے کنارے جنگ ہوئی آپ شدید زخمی ہو گئے تھوڑا سا پانی لینے میں کامیاب ہو گئے۔

عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن نے مطالبہ کیا کہ ابھی رات کو جنگ شروع کی جائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جب جنگ کا فیصلہ ہو ہی چکا ہے تو یہ ایک رات اللہ سے مناجات اور علیحدگی میں اس سے ملاقات کیلئے دے دو' فیصلہ ہو گیا کہ کل دس محرم کو جنگ شروع ہو گی رات کو آپ اپنے خیمے میں گئے عزت مآب خواتین کو جمع کیا اپنی بہن حضرت زینبؓ کو زوجہ مطہرہ حضرت شہر بانوؓ' چھوٹی شہزادیوں کو' شہزادوں کو خانوادہ رسول کے جوانوں کو ارشاد فرمایا! میں تم سے بے حد راضی ہوں اور خوش ہوں تم نے حق صداقت' وفا شعاری ادا کر دیا۔ قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دوں گا۔ تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ رات کے اندھیرے میں جہاں چاہو چلے جاؤ مجھے جام شہادت اسی میدان میں نوش کرنا ہے لیکن تمہیں اپنی خاطر جنگ میں جھونکنا اور مروانا نہیں چاہتا' عزیزوں کی آنکھیں پرنم ہو گئیں سب نے تھرتھراتے ہوئے لبوں سے جواب دیا! کہ امام عالی مقام! ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بھی آپ کے قدموں پر گرا دیں گے۔ اگر آج آپ کو تنہا چھوڑ دیا تو کل اپنے خدا' اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہم آپ کی خاطر کٹ مریں گے جانیں قربان کر دیں گے اور یزیدی لشکر کو بتا دیں گے کہ اہل بیت ایسے ہوتے ہیں۔ امام عالی مقام نے رات بھر صبر کی تلقین کی اہل بیت کے مقدس خیموں میں رات بھر تلاوت ہوتی رہی سجدے ہوتے رہے' استغفار ہوتا رہا اور ذکر ہوتا رہا اور اللہ کی بارگاہ میں مناجات کرتے رہے۔

علی الصبح معرکہ کربلا بپا ہو گیا سب سے پہلے یکے بعد دیگرے ایک ایک شخص آتا رہا اور قافلہ حسینی کے جوان یزیدی لشکر کے لوگوں کو واصل جہنم کرتے رہے انہوں نے اجتماعی حملے کا فیصلہ کر لیا لیکن ادھر سے ایک ایک جوان اس پورے قافلے کا مقابلہ کرتا رہا سارے ساتھی' جاں نثار شہید ہو گئے اب صرف اہلبیت [illegible] گئے

حسینؑ نے چاہا کہ اس خاندان سے میں آغاز کروں ' تلوار اٹھائی ' لیکن حضرت علی اکبر میدان میں آگئے ۔ عرض کرنے لگے ابا جان ! بیٹا آپ کا جوان ہے ' اور جوان بیٹوں کے ہوتے ہوئے باپ کو ایسی تکلیف کی ضرورت نہیں ' میدان میں پہنچے جہاد شروع کیا آپ کی تلوار جس سمت اٹھتی یزیدی فوج کے ٹکڑے اڑا دیتی ۔ آپ نے انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ۔ پھر آپ کا گھوڑا زخمی ہو گیا ' حیدری خون اور حسینی شجاعت نے یزیدی لشکر کو مصیبت و مشقت میں ڈال دیا اور ان کے پرخچے اڑا دیئے ' امام حسین چاہتے تھے کہ اپنے جوان بیٹے کو ' شباب کے ماہ کامل کو ' حسن کے ماہ تمام کو ' اپنی آنکھوں سے لڑتا ہوا دیکھیں ۔ لیکن میدان کرب و بلا کی گرد نے ان کو چھپا لیا تھا ' کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں ہیں ' اور ان پر کیا بیت رہی ہے ؟ بس اتنا اندازہ ہوتا تھا کہ جس سمت یزیدی لشکر کی بھیڑیں بھاگتیں ' امام حسینؑ اور اہلبیت کے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ حسینؑ کا لاڈلا بیٹا اسی سمت جا رہا تھا ۔ یہ علی حیدر کرار کا پوتا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ' دیر تک یزیدیوں کو واصل جہنم کرتا رہا ' پیاس کی شدت نے آگھیرا جسم پر بیسیوں زخم لگ گئے پانی کا ایک گھونٹ بھر کر دوبارہ تازہ دم ہونے کیلئے آئے تو عرض کی ابا جان ! اگر پانی کا ایک گھونٹ مل جائے تو پھر تازہ دم ہو کر حملہ کروں فرمایا ! علی اکبر ! پانی تو میسر نہیں لیکن اپنی سوکھی ہوئی زبان تیرے منہ میں ڈال سکتا ہوں حضرت علی اکبرؑ نے امام عالی مقام کی سوکھی ہوئی زبان چکھی اور اس سے پھر تازہ دم ہو کر میدان میں پہنچے ' دیر تک لڑنے کے بعد ' بے اندازہ زخم کھا کر زمین پر گر پڑے ایک نیزہ آپ کے سینہ اقدس میں پیوست ہو گیا اچانک زبان سے آواز آئی ! یا ابتاہ ! اے ابا جان ! امام حسینؑ بے ساختہ دوڑ پڑے جا کر اپنے بیٹے کو گود میں لیکر اٹھا لیا ۔ بیٹا ' ایک عجیب انداز سے اپنے باپ کو تک رہا ہے عرض کی ! ابا جان ! اگر آپ نیزے کا یہ پھل جسم سے نکال دیں تو میں ایک بار پھر میدان میں جانے کیلئے تیار ہوں ۔ آپ کا بیٹا دشمن کی کثرت کے باوجود ہمت ہارنے والا نہیں ۔ امام حسینؑ نے گود میں جوان بیٹے کو ' اس ماہ تمام کو ' اس حسن کے پیکر کو اپنی گود میں لے لیا سر سے پاؤں تک جسم زخموں سے چور تھا آپ نے نیزے کا پھل نکالا خون کا فوارہ ابل پڑا ۔

امام حسین جب حضرت علی اکبر کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے ۔ اس وقت آپکی عمر چھپن سال پانچ مہینے اور پانچ دن تھی ۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ داڑھی اور سر کا ایک بال

بھی سفید نہ تھا لیکن خون کے فوارے کو دیکھ کر اور جوان بیٹے کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی دیکھ کر ' اتنا صدمہ پہنچا ' اور اس قدر غم لاحق ہوا کہ جب جوان بیٹے کی لاش اٹھا کر واپس آئے تو سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے ۔

عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے اس پیکر نے ' جواں بیٹے کی لاش ' خیمے میں رکھی ہوئی شہیدوں کی لاشوں کے ساتھ لا کر رکھدی ' اور اس دفعہ خود میدان میں جانے کی تیاری شروع کر دی ۔ ایک نو سال کا چھوٹا سا بچہ تلوار اٹھا کر سامنے آیا ۔ یہ کون ہے ۔ یہ قاسم بن حسنؑ بن علیؑ ہے حضرت قاسمؑ سے فرمایا بیٹے تو میرے بھائی حسنؑ کی نشانی ہے تو تو آرام کر ! جواب دیا چچا جان ! میں قیامت کے دن اپنے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا ؟ وہ کہیں گے کہ تیرے چچا شہید ہو گئے تو دیکھتا رہا ' نہیں میرے ننھے گلے پر پہلے تلوار چل لے ' پھر آپ کی باری آئے گی ' آخر قاسم بن حسنؑ بھی شہید ہو گئے

اکثر لوگ یہاں کہتے ہیں کہ حضرت علی اصغر جنکی عمر مبارک صرف چھ ماہ تھی اور وہ پیاس سے تڑپ رہے تھے امام حسینؑ انہیں اٹھا کر لے گئے ' اور لشکر یزید سے ان کیلئے پانی مانگا لیکن پانی کے بجائے تیر آیا اور بچہ شہید ہو گیا میں اس سے متفق نہیں مجھے حسینؑ کی غیرت اور حمیت اس بات پر یقین کرنے کی اجازت نہیں دیتی ۔ کیونکہ وہ حسینؑ جو اسلام کی خاطر ' اہل بیت کی غیرت و حمیت کی خاطر ' سب کچھ لٹا رہا ہے وہ اس بچے کیلئے یزیدی بدبختوں سے پانی کی بھیک کس طرح مانگ سکتا ہے ؟ اگر پانی کی بھیک ہی مانگنا تھی تو پھر حسینؑ کو ان سے خیرات طلب کرنے کی حاجت نہ تھی وہ چاہتے تو دریائے فرات کو اشارہ کرتے ' دریائے فرات ان کے قدموں میں بہنے لگتا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتے ' بارش سے بھرے بادل امڈ آتے ' موسلا دھار بارش ہوتی ' اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی ایڑی کے رگڑنے سے اگر زمزم کا ایک چشمہ نکل سکتا ہے تو پھر مصطفیٰ کے لاڈلے بیٹے حسینؑ ابن علی کی ضرب اور ایڑی مارنے سے کربلا کے میدان میں چشمہ کیوں نہیں پھوٹ سکتا ' میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اگر وہ زمین پر پاؤں مارتے تو ایک چشمہ تو کیا ' ریگ زار کربلا میں ہزاروں چشمے پھوٹ پڑتے ۔

لیکن یہ میدان امتحان و آزمائش تھا حسینؓ تو ان مصائب و آلام میں صبر کر کے اپنے مولا کو راضی کر رہے تھے اسکے نانا ان کو تک رہے تھے کہ میرا حسینؓ جسے میں نے اپنے کندھے پر سوار کیا ہے' حضرت فاطمہ الزہراؑ دیکھ رہی تھیں کہ جس حسینؓ کو میں نے اپنی چھاتی کا دودھ پلایا ہے۔ علی شیر خدا ملاحظہ فرما رہے تھے کہ جس کے رگ و ریشے میں میرا خون گردش کر رہا ہے آج اس مقام صبر اور مقام استقامت پر اس کے قدم کہیں لڑکھڑائے تو نہیں ہیں؟ حسینؓ ابن علیؑ اس حال میں صبر و رضا کا پیکر اتم بن کر عزم و ہمت کے ساتھ مسکراتے رہے۔

آخر جب امام حسینؓ نے میدان میں آنے کا ارادہ کیا تو حضرت عابدؑ بیمار نکل آئے اور عرض کی! ابا جان میرے اوپر تو ایسا ظلم نہ کیجئے کہ میرے ہوتے ہوئے آپ میدان میں جا رہے ہیں میں بھی باقی بھائیوں کی طرح اپنے نانا جان کا دیدار کرنا چاہتا ہوں' میں بھی اپنی دادی جان کی بارگاہ میں جا کر سرخرو ہونا چاہتا ہوں' اب شہادت کا جام پینا میری باری ہے' امام حسینؓ نے فرمایا ــــــ تو رہ جا کہ خانوادہ رسول کا ہر چراغ گل ہو چکا ہے ہر پھول مرجھا چکا ہے اب میری نسل میں فقط تو ہی باقی رہ گیا ہے مجھے تو شہید ہونا ہی ہے اگر تو بھی شہید ہو گیا تو تیرے نانا کی نسل کہاں سے چلے گی تو اپنے نانا کی نسل کی بقاء کی خاطر زندہ رہ!

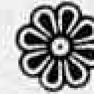
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ امام زین العابدینؓ کو چھوڑ کر خود میدان کربلا میں اترے آپ بھی دیر تک ہزاروں یزیدیوں کو واصل جہنم کرتے رہے۔ پورے لشکر میں کہرام مچ گیا۔ علی شیر خدا کا یہ جواں بیٹا' یہ اللہ کا شیر جسطرف تلوار لے کر نکل جاتا ہزاروں افراد بھیڑوں کی طرح آگے بھاگنے لگتے آپ انہیں واصل جہنم کرتے رہے تلواروں اور نیزوں کے وار کھاتے رہے' سارا دن اس طرح گزر گیا خیال آیا کہ وضو تازہ کر لوں میدان فرات پر گئے پانچ سو کا لشکر چھوڑ کر بھاگ گیا' آپ نے وضو کرنے کیلئے فرات سے چلو میں پانی لیا تو وہ خون آلود ہو گیا' آپ نے اسی کو اچھالا اور واپس لوٹ آئے مسکرا کر آسمان کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا جمعہ کا دن تھا اب وہاں جمعہ کہاں؟ نماز ظہر کا

وقت آیا فرمانے لگے یزیدیو! کچھ دیر رک جاؤ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں دو سجدے ادا کر لوں' لیکن وہ ظالم یہ مہلت بھی دینے پر تیار نہ تھے۔ امام عالی مقام نے ان کے عزائم دیکھ کر تلوار رکھ دی اور ظہر کی نماز کیلئے نیت باندھ لی ظالموں نے یہ نہ دیکھا کہ نماز ادا کر رہے ہیں' کچھ دیر توقف کر لیں۔ بلکہ انہوں نے موقعہ غنیمت جانا' چاروں طرف سے چڑھائی کر دی' تیروں کی بوچھاڑ اور پے در پے حملوں نے نواسہ رسول کے جسم کو نڈھال کر دیا' چنانچہ گھوڑے سے گر گئے یہاں تک کہ جسم اطہر میں اٹھنے کی سکت باقی نہ رہی' گرے ہوئے حسینؓ کے سامنے آکر بھی کوئی وار نہ کرتا تھا پیچھے سے وار کرتے۔ نیزوں سے وار ہوتے امام حسینؓ صبر و رضا اور توکل کے سارے مرحلے کامیابی سے طے کر کے شہادت کے اس مقام پر پہنچ گئے جسکی رفعت و عظمت کو کوئی نہیں پا سکتا انکی روح کو قدسیان فلک نے ایک جلوس کی صورت میں حضور ایزدی پہنچانے کیلئے تمام انتظامات مکمل کر لیے تھے ادھر روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگی۔ ادھر ہاتف غیبی سے ندا آئی حسینؓ اب آ جا! تو نے صبر کو کمال عطا کر دیا استقامت کو انتہا تک پہنچا دیا ہے امت مصطفیٰ ﷺ کا سر اونچا کر دیا اے حسینؓ! آج سے تیرے اقدام کو بنائے لا الہ قرار دے دیا جائے گا اے حسینؓ اب آ جا۔ اے روح طاہر! ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ جنت کے دروازے کھول دیئے گئے نانا جان استقبال کے لئے کھڑے ہیں اے حسینؓ تو نے میرا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ حضرت فاطمہ الزہرہؓ بیٹے کو شاباش دیتی ہیں علی شیر خدا' بیٹے کو آفرین کہتے ہیں۔ امام عالی مقام کی روح پاک اس طرح ہجوم ملائکہ میں اللہ کی بارگاہ میں باریاب ہوتی ہے' اور عزت پاتی ہے' آپ کا سر تن سے جدا کر دیا جاتا ہے ظالموں کے جذبہ انتقام کی پھر بھی تسکین نہیں ہوتی وہ جسم اطہر پر گھوڑے دوڑاتے ہیں ٹاپوں سے روندتے ہیں انہیں خیال تک نہیں آتا کہ یہ وہ سر ہے جسے سرکار دو عالم چوما کرتے تھے۔ یہ وہ جسم ہے جسے اپنے کاندھے پر سوار کرتے تھے اور اپنی پیٹھ پر بٹھا کر گھٹنوں کے بل چلتے تھے۔

کوفی ہر قسم کے احساسات سے عاری تھے۔ انسانیت کو خیر آباد کہہ چکے تھے اور ایسی درندگی پر اتر آئے تھے جس پر درندگی بھی شرماتی ہے امام حسین کے سر اقدس کے علاوہ انہوں نے باقی بہتر افراد کے سر بھی جسموں سے علیحدہ کئے اور [illegible]

کے ساتھ خانوادہ رسول کی بے پردہ ' حیادار خواتین کو لے کر ابن زیاد کے دربار کی طرف روانہ ہوئے ' کوفہ میں اس پلید ابن زیاد کا دربار لگا ہوا تھا کہ یہ جلوس وہاں پہنچ گیا۔

پھر کیا ہوا یہ آئندہ خطبہ میں بیان کیا جائے گا



تیسرا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان الذین یوٴذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا
والآخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔

حضرات گرامی! گذشتہ جمعۃ المبارک کے خطاب میں ہم نے واقعہ کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک بیان کیا تھا یہ بات ذہن نشین رہے کہ جن برگزیدہ ہستیوں کا ذکر گذشتہ خطاب میں ہوا ہے صاف ظاہر ہے صرف وہی شہدائے کربلا نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی بہت سی برگزیدہ اور نامور شخصیات اسلام کی حفاظت و نگہداشت کے اس معرکے میں شہید ہوئی ہیں۔ جن میں فرداً فرداً ہر کسی کا ذکر کرنا وقت کی کمی کے پیش نظر ممکن نہیں ہے۔

حضرت حُر کی توبہ

ان میں سے حضرت حر بھی ہیں اور یہ وہ خوش نصیب ہیں' جنہوں نے معرکہ کربلا کے دوران اللہ کے فضل و کرم سے اپنا مقدر بدلنے کی سعادت حاصل کی' یہ یزیدی لشکر کے ایک سپہ سالار تھے اور سیدنا امام حسین کے مد مقابل لوگوں میں سے تھے' لیکن دریں اثنا وہ اپنی سواری لے کر دوران جنگ امام عالی مقام کے سامنے آئے اور پوچھا کہ اے امام عالی مقام! میں آپ کو اس جگہ لانے کا قصوروار اور گنہگار ہوں' لیکن اب تائب ہو کر آپ کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کرنا چاہتا ہوں تو کیا اتنا بڑا گناہ کرنے کے بعد بھی میرے لئے بخشش کا کوئی امکان ہے؟ امام عالی مقام نے فرمایا توبہ کا دروازہ کھلا ہے' اب بھی اگر تو باطل پرستی اور ظلم و ستم کا ساتھ دینے سے باز آجائے اور راہ حق اختیار کرلے تو آتش دوزخ سے نجات حاصل کر سکتا ہے' اور دائمی عذاب سے آزاد ہو سکتا ہے۔
حضرت حر نے جب یہ سنا تو یزیدی لشکر کا ساتھ چھوڑ کر امام پاک کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

نکل کر لشکر اعداء سے ماداحر نے یہ نعرہ
کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

اہل بیت کرام کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے میدان کربلا میں جام شہادت نوش کیا۔

اس قسم کی نامور شخصیات کی شہادت کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں ہم ان سے گریز کرتے ہوئے نفس مضمون کی طرف آرہے ہیں اور جو آیت کریمہ تلاوت کی ہی اس کی روشنی میں میدان کربلا میں پیش آنے والے واقعات کا تجزیہ کرتے ہیں تاکہ جان سکیں کہ یہ کتنا بڑا سانحہ تھا اور اس میں ملوث افراد کس قسم کے عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے۔

"بے شک جو لوگ خدا تعالٰی اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں۔ خدا تعالٰی دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت فرماتا ہے اور ایسے لوگوں کے لئے اس نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے"

حضرت عباس کی اذیّت سے صدمہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے چونکہ جنگ بدر میں، مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک تھے اور اہل مکہ کی طرف سے لڑنے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے اہل مکہ کی شکست اور مسلمانوں کی نمایاں فتح کے بعد جنگی قیدی کی حیثیت سے مدینہ طیبہ لائے گئے اور دوسرے قیدیوں کی طرح انہیں بھی رسیوں سے جکڑ دیا گیا۔ وہ رسیوں کی اذیت سے ساری رات کراہتے رہے، ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے، نامور انسان تھے، اس لئے قید و بند کی صعوبتیں ان کے لئے انتہائی اذیت کا سبب بن گئیں، صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا

چچا عباس کی تکلیف اور اذیت کے خیال سے ہمیں رات بھر نیند نہیں آئی، جب وہ کراہتے تھے تو ہمیں بیحد صدمہ پہنچتا تھا۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت حضرت عباس کافر تھے، ابھی تک انہوں نے

اسلام کی روشنی سے اپنے کاشانہ دل کو منور نہیں کیا تھا، کفر کی تائید و حمایت میں اسلام کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آئے تھے، پھر جنگی قیدی کی حیثیت سے گرفتار ہوئے اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اذیت کے خیال سے تکلیف محسوس فرمائی اور ساری رات آنکھوں میں کاٹ دی، صرف اس لئے کہ وہ نسبی لحاظ سے رشتہ دار، سگے چچا، اور اپنے خاندان کے آدمی تھے۔ صحابہ کرام سے فرمایا مناسب سمجھو تو فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو۔

حضرت حمزہ کے قاتل کو تنبیہ

اسی طرح جنگ احد میں جب حضور کے چچا حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور ان کا قاتل وحشی، جو غیر مسلم تھا، وہ فتح مکہ کے بعد اسلام لے آیا، اور کلمہ پڑھ کر حضور کے شرف صحابیت سے بہرہ ور ہو گیا، اسلام کہتا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی جتنی خطائیں ہوں جتنے گناہ ہوں، جتنی بھی لغزشیں ہوں وہ ساری کی ساری معاف کر دی جاتی ہیں لیکن چونکہ یہ وحشی حضور کے چچا کا قاتل تھا، اور اس نے بے دردی کے ساتھ حضور کے چچا کو قتل کیا تھا، مسلمان ہو گیا اس کی خطائیں بارگاہ مصطفوی کی طرف سے معاف کر دی گئیں، اس کی لغزشوں پر قلم عفو پھیر دیا گیا، حالت کفر کے سارے مظالم توبہ کے پانی سے دھو دیئے گئے، لیکن اس کے باوجود اس وحشی سے فرماتے، کہ تیری ساری خطائیں معاف ہو چکی ہیں، اور تو صحابی بن گیا ہے، لیکن تو میرے سامنے آنے سے گریز کیا کر، میرے سامنے سے نہ گزرا کر، کہ جب تو میری نگاہوں کے سامنے آتا ہے تو مجھے اپنے پیارے چچا کی شہادت کا منظر یاد آجاتا ہے، وہ دکھ درد کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں اس لئے میرے سامنے کم آیا کر۔

ان کے دکھ کو دکھ جانا ان کے درد میں شریک ہوئے اور ان کی اذیت پر حضور کو بھی تکلیف ہوئی اور طویل وقت گزر جانے کے باوجود جب بھی وہ خیال آجاتا تو دکھ درد پھر تازہ ہو جاتا۔ سو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی اور آپ کے قلب انور کے گوشہ رحمت کو جان لینے کے بعد اب جب ہم نواسہ رسول کی اس بے دردی کے ساتھ

شہید ہونے کے واقعہ کو چشم تصور میں اپنے سامنے لاتے ہیں تو معاً یہ خیال آتا ہے کہ وہ رسول جو حالت کفر میں اپنے چچا عباس کے کراہنے کی تکلیف گوارا نہ کر سکے، وہ رسول جو اپنے چچا حمزہ کی بے دردی کی حالت میں شہادت کے دردناک منظر کو کبھی نہ بھلا سکے، اس رسول پاک کی تکلیف اور اذیت کا عالم کیا ہو گیا جب دیار غیر میں بے بسی اور بے کسی کے عالم میں 'امام عالی مقام' جگر گوشہ رسول جنہیں حضور نے اپنے کندھوں کا سوار بنایا' جنہیں حضور نے اپنی گود میں کھلایا تھا' جن کو حضور نے اپنی زبان اقدس چوسائی تھی اور جن کو اپنے دل کا ٹکڑا قرار دیا تھا اور کبھی بھی اپنی آنکھوں سے جدا نہ ہونے دیا تھا' آپ کی روح پاک کو کربلا کے تپتے ہوئے صحراء میں ڈھائے گئے' ظلم و ستم سے کتنا صدمہ پہنچا ہو گا؟

اور نبی کو صدمہ اور اذیت پہنچانا کوئی معمولی جرم نہیں جو شخص یہ حرکت کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب اور ذلت کو مقدر کر دیتا ہے۔ تو پھر کیا عالم ہو گا ان بد بختوں کے انجام کا' ان کی عاقبت اور آخرت کا جنہوں نے نواسہ رسول کو اذیت پہنچائی' خانوادہ رسول کی توہین کی' اور ریگ زار کربلا میں انہیں ذبح کیا۔ ان کے جسموں پر گھوڑے دوڑائے' ان کے سروں کو ان کے مبارک جسموں سے جدا کیا اندازہ کیجئے کہ حضور کی روح انور پر گنبد خضراء کے اندر کیا قیامت بپا ہو گئی؟

حضرت ابن عباس کی روایت

متعدد کتب حدیث یہ واقعہ درج ہے۔ جس کے راوی حضرت ابن عباس ہیں فرماتے ہیں۔

رأيت النبی صلی الله عليه وسلم فيما يرى النائم ذات يوم بنصف النهار اشعث اغبر بيده قارورة فيها دم فقلت! بابی انت وامی! ما هذا؟ قال هذا دم الحسين واصحابه ولم ازل التقطه منذ اليوم۔

میں نے نیند کی حالت میں دیکھا کہ رسول پاک خواب میں میرے پاس تشریف لے

(مشکوٰۃ ۵۷۲) تہذیب التہذیب ۲: ۳۵۵

آئے' آپ کے سر انور پر گرد ہے اور آپ پریشان نظر آتے ہیں اور آپ کے دست اقدس میں ایک شیشی ہے اور اس شیشی میں خون ہے میں حیران ہو گیا اور حیرت کے عالم میں پکار اٹھا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ اور دست اقدس میں یہ شیشی کیسی ہے جس میں خون ہے؟

حضور نے فرمایا ابن عباس! تو دیکھ کہ کلمہ پڑھنے والے بعض بد بختوں نے میرے بعد میرے بیٹے کا کیا حشر کیا ہے؟ میں نے صبح سے شام تک سارا دن آج کربلا میں گزارا ہے اور اپنے بیٹے حسین اور اس کے ساتھیوں' جان نثاروں اور وفاداروں کا خون اس شیشی میں جمع کیا ہے اور اب یہ خون لے کر میں اپنے اللہ کی بارگاہ میں جا رہا ہوں یہ دکھانے کے لئے کہ ان بد بختوں نے تیرے رسول کے نواسے کے ساتھ کربلا کے ریگ زار میں یہ حشر کیا ہے۔

ابن عباس خواب سے بیدار ہوئے کتب احادیث میں درج ہے کہ آپ اٹھے اور آپ کی زبان پر انا للہ و انا الیہ راجعون کے الفاظ جاری تھے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت کیا ہو گیا ہے؟ فرمانے لگے

حسین ابن علی شہید کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا

حضرت یہ کیسے پتہ چلا؟ فرمانے لگے ابھی رسول پاک ایک تعزیتی کیفیت میں میرے سامنے تشریف لائے اور آپ نے خواب میں ہی مجھے شہادت حسین کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ بیس بائیس دن کے بعد پھر جب باضابطہ شہادت حسین کی اطلاع حضرت ابن عباس اور اہل مکہ کو پہنچی۔ بائیس دن پہلے جو خبر آپ کو دی گئی تھی اس کی تصدیق ہو گئی

حضرت اُمّ سلمہ کی روایت

دوسری طرف وہی دوپہر ہے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور کے گھر میں آرام فرما ہیں حضرت سلمی فرماتی ہیں کہ میں آپ کے پاس یعنی ام المومنین ام سلمہ کے پاس گئی' یہ وہ حضور کی زوجہ مطہرہ جن کو آقائے دو جہاں نے وہ مٹی عطا کی تھی جو مٹی حضرت جبرائیل امین ریگ زار کربلا سے اٹھا کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کے زمانے میں دے گئے تھے' اور یہ عرض کر گئے تھے

کہ حضور یہ اس میدان کرب و بلا کی مٹی ہے جس میں کچھ بدبخت حسین ابن علی کو آپ کے بعد شہید کر دیں گے' آپ نے وہ مٹی ام سلمہ کو دے دی تھی یہ فرماتے ہوئے کہ

اذا تحولت هذه التربة دما فاعلمی ان ابنی قد قتل

اے ام سلمہ جب یہ مٹی سرخ ہو جائے یعنی خون میں بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا ہے

حضرت سلمیٰ فرماتی ہیں کہ میں آپ سے ملنے کے لئے گئی' میں دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہی ہیں چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں۔ ایک دکھ اور درد و الم کی کیفیت طاری ہے میں نے پوچھا ام المومنین! رونے کا کیا سبب ہے؟ وہ فرمانے لگیں ابھی خواب میں رسول پاک تشریف لائے تھے اور میں نے ان کو دیکھا ہے خدا کی قسم ان کی چشمان مقدس سے بھی آنسو بہہ رہے تھے

علی راسه و لحيته التراب، قلت: مالك يا رسول الله! قال شهدت قتل الحسين آنفا۔

آپ کے سر انور اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی۔ میں نے پوچھا آقا! یہ گرد کیسی؟ فرمانے لگے ام سلمہ! ابھی اپنے حسین کے قتل کا منظر دیکھ کر آیا ہوں۔ میں میدان کربلا سے آیا ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے بیدار ہوتے ہی اس شیشی کو اٹھایا' جس میں مٹی پڑی تھی دیکھا تو وہ خون ہو چکی تھی' فرمانے لگیں اب حسین ابن علی شہید کر دیئے گئے ہیں

تو دوستو! اف وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو اس رشتے کی مناسبت سے ادنی سی بھی تکلیف گوارا نہ فرماتے تھے اس رسول کو کس قدر اذیت پہنچی ہو گی؟ اس لئے وہ صبح سے شام تک اپنی روح طیبہ کے مثالی جسم کے ساتھ میدان کربلا میں تھے؟ حضور اپنے نواسہ

لہ خصائص کبریٰ ۲: ۱۲۵ = تہذیب التہذیب ۲: ۳۴۷

(مستدرک ۴: ۱۹؛ تہذیب ۲: ۳۵۶؛ البدایۃ والنہایہ ۸: ۲۰۰)

حسین کی شہادت کا منظر دیکھ رہے تھے۔ جو نبی خونی رشتے کی بدولت اپنے اعزہ و اقارب کی ذرا سی تکلیف بھی گوارا نہیں فرماتے تھے اور ان کی اذیت سے بے چین ہو جاتے تھے اس سانحہ کے وقوع کے وقت ان کے درد و الم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے! اور جو بدکردار' سفاک لوگ' اس قتل میں ملوث تھے' ان کے خلاف آپ کے نفرت بھرے جذبات کیسے ہوں گے وہ بخوبی معلوم کیئے جا سکتے ہیں۔ اسی حادثہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے آپ نے ایک بار فرمایا تھا کہ

"میں دیکھتا ہوں ایک دھبے دار کتے کو وہ میرے اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے"

جب امام حسین میدان کربلا میں پہنچے اور شمر ذی الجوشن تلوار لہراتا ہوا اس شاہسوار کے سامنے آیا تو اس کی شکل دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ میرے نانا نے سچ فرمایا تھا کہ میں ایک دھبے دار برص والے کتے کو دیکھتا ہوں کہ میرے بیٹے کے خون سے ہاتھ رنگ رہا ہے۔ اے بدبخت شمر! تو ہی وہ کتا ہے جس کی نسبت میرے نانا نے خبر دی تھی اور میں تیرے برص کو دیکھ رہا ہوں' اور دیکھ رہا ہوں تیرے انجام کو کہ عنقریب تو ہمارے خون سے اپنے ہاتھ رنگے گا۔ ابن عساکر نے اس روایت کو بیان فرمایا ہے

چنانچہ جس طرح میں نے پہلے عرض کیا کہ ان کا سر انور اور دیگر شہدائے کربلا کے سروں کو تنوں سے جدا کر دیا گیا۔

اب شام ہو چکی تھی ان ظالموں نے رات اسی میدان میں بسر کی اندازہ کیجئے کہ وہ رات کیسی قیامت کی رات ہو گی خانوادہ رسول کی مقدس بیبیاں خیموں میں ہیں اور رات چھا گئی ہے' اور تن سر سے جدا ہیں! اور اس طرح بہتر (۷۲) شہداء کے تن ایک طرف اور سر ایک طرف ریگ زار کربلا میں دریائے فرات کے کنارے پڑے ہیں۔ ساری رات اس قیامت کی کیفیت میں بسر ہو گئی۔

شہادت کے بعد تاریکی اور خون کی بارش

حضرت علامہ ابن حجر مکی' حضرت امام سیوطی' ابن اثیر' علامہ ابن جریر طبری' علامہ ابن کثیر و دیگر آئمہ حدیث نے بھی اپنی اپنی کتب میں بیان فرمایا ہے کہ اہل بیت اطہار کی شہادت کے بعد نتائج و علامات سے پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ

جب انہیں بے دردی اور ظلم کے ساتھ شہید کر دیا جائے گا تو زمین و آسمان خون کے آنسو روئیں گے۔ چنانچہ شہادت امام حسین کے بعد یہ پیشنگوئی من و عن پوری ہوئی۔

لما قتل الحسین اسودت السماء و ظهرت الکواکب نهاراً

جب امام حسین شہید ہوئے تو آسمان سیاہ ہو گیا اور تاریکی کے باعث دن کو تارے نظر آنے لگے۔

بعض کتب میں ہے کہ تین دن تک آسمان کی رنگت سرخ رہی جس پر اندھیرے کا گمان ہوتا تھا۔ بعض مورخین نے یہ مدت سات دن بیان کی ہے۔ ہر طرف خون کی بارش ہونے لگی بیت المقدس تک جہاں کہیں بھی کوئی شخص اپنے مٹکے سے اس کا ڈھکن اٹھاتا تو اس میں پانی کی جگہ خون نظر آتا زمین کے جس مقام سے پتھر کا ٹکڑا اٹھایا جاتا اس ٹکڑے کے نیچے سے خون کا فوارہ رواں ہو جاتا' الغرض ہر سو زمین بھی قتل حسین پر رو رہی تھی اور آسمان بھی شہادت حسین پر رو رہا تھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! حسین کی شہادت کے دن میں نے جنات کو بھی روتے ہوئے دیکھا' ان کو بھی یہ کہتے ہوئے سنا کہ بدبخت اور بدنصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے رسول کے بیٹے کو شہید کر کے اپنے اوپر رسول کی شفاعت کا دروازہ بند کر لیا ہے۔

سرِ حسین کا سفر

رات گزر گئی صبح ان مقدس سروں کو نیزوں پر اٹھایا گیا' اونٹوں کی سواریوں پر مقدس بیبیوں کو بٹھایا گیا اور یہ لٹا پٹا سارا قافلہ سوئے کوفہ روانہ ہو گیا' ظالم یزیدی اس قافلے کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات کو ابن سعد کے لشکر میں سے کسی نے چاہا کہ حضرت زین العابدین کو بھی شہید کر دے لیکن ابن سعد نے کہا بیمار بچہ ہے' اسے رہنے دو!

(صواعق محرقہ ۱۹۲ : تہذیب التہذیب ۲ : ۳۵۴)

مشیت ایزدی یہی تھی کہ کوئی مرد ان میں ضرور موجود رہے جس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور وہ حالات کا عینی شاہد ہو۔

دوسرے روز لشکر یزید نے اپنی تمام لاشوں کو جمع کیا اور انہیں دفن کر کے روانگی کا اعلان کر دیا' مگر اہل بیت کرام کی لاشوں کو دفن کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی' بے غیرت کمینے لوگوں نے امام پاک کے خاندان اور ساتھیوں کے جسموں اور لاشوں کو اسی جگہ بے گور و کفن چھوڑ دیا۔

فرات کے کنارے ایک قبیلہ بنو سعد آباد تھا جب انہیں پتہ چلا کہ یزیدی لوگ اہل بیت اطہار کی لاشوں کو کھلے آسمان تلے چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو وہ فوراً وہاں پہنچے اور شہداء کے مبارک جسموں کے کفن دفن کا انتظام کیا۔

یزیدیوں کا قافلہ' اہل بیت کرام کے ہمراہ کوفہ میں داخل ہوا شہداء کے سر ان کے پاس تھے۔ وہ سب ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ حضرت امام پاک کا سر مبارک خولی کے پاس تھا وہ کسی وجہ سے بروقت دربار میں نہیں پہنچ سکا اور سر مبارک اپنے ہمراہ اپنے گھر لے گیا۔ اپنی بیوی سے کہنے لگا آج میں تیرے لئے دنیا و جہاں کی دولت لے کر آیا ہوں اس کا مطلب یہ تھا کہ جب یہ سر ابن زیاد کے سامنے پیش ہو گا تو بہت سا انعام ملے گا۔

سنگ دل خولی لمبی تان کر سو گیا مگر اس کی بیوی سر مبارک کے سامنے بیٹھ گئی اور ساری رات رو رو کر گزار دی۔ اس نے دیکھا کہ زمین سے آسمان تک نور ہی نور پھیلا ہوا ہے اور سر مبارک کے ارد گرد عجیب شکل کے نورانی پیکر طواف کر رہے ہیں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حور و فرشتے ہیں' اس جہاں کی مخلوق ہیں یا عالم بالا سے آئے ہوئے ملائکہ ہیں وہ ساری رات یہی نظارے کرتی رہی۔

صبح بدبخت خولی اٹھا اور امام پاک کا سر انور ابن زیاد کے پاس لے گیا امام عالی مقام کا سر انور باقی سروں کے ساتھ اور خانوادہ رسول کے باقی قیدیوں کے ساتھ اس بدبخت ابن زیاد کے تخت کے سامنے پیش کیا گیا وہ بدبخت اس وقت تخت پر بیٹھا تھا اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس نے چھڑی لے کر سیدنا امام حسین کے دندان مبارک پر ماری اور کہا دیکھو!

سر اکڑا کر چلنے والے! آج تو اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ حضور کے ایک نابینا صحابی جو کہ بالکل نابینا نہ تھے نظر کچھ کمزور تھی وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے ان کا نام زید بن ارقم تھا وہ مجلس میں موجود تھے۔ ابن زید کی چھڑی کو جب امام عالی مقام کے مبارک لبوں پر دیکھا تو وہ چیخ اٹھے اور کہا کہ کچھ تو حیا کر! میں نے اپنی آنکھوں سے حضور کے لبوں کو ان لبوں پر دیکھا ہے حضور ان لبوں کو چوما کرتے تھے' اس نے کہا کہ اے زید بن ارقم! اگر آپ رسول کے صحابی اور بوڑھے نہ ہوتے تو میں آپ کا سر قلم کر دیتا۔

ظالم! تجھے کیا حیا ہے حضور کے صحابی کا' جس رسول کے لخت جگر سے تم یہ سلوک کر رہے ہو اس رسول کے صحابی سے حیا کرنے کا تمہیں کیا حق پہنچتا ہے؟ ابن زیاد نے یہ سب کچھ کرنے کے بعد یزید کی خوشنودی کے لئے امام عالی مقام کا سر انور و دیگر سروں کے جلوس کے ساتھ اور انہیں خانوادہ رسول کی برگزیدہ قیدی بیبیوں کے ساتھ یزید کی طرف دمشق روانہ کر دیا۔

جب یہ قافلہ دمشق کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں ایک گرجے کے قریب پڑاؤ کیا وہاں انہوں نے جلی حروف میں ایک پہاڑی پر سرخ رنگ کے ساتھ یہ شعر لکھا ہوا دیکھا

اترجو امة قتلت حسینا ۔ شفاعة جده یوم الحساب

"جس قوم نے حسین کو قتل کر دیا ہے کیا وہ قیامت کے دن ان کے نانا جان کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے؟"

اہل قافلہ نے جب یہ عجیب و غریب شعر پڑھا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے کچھ سمجھ نہ سکے کہ یہ شعر اس پہاڑی پر اس قدر نمایاں صورت میں کیسے مسطور ہو گیا۔ ابھی ان پر حیرت اور دہشت کا عالم طاری تھا کہ اس گرجے میں سے ایک عیسائی پادری ان کے قریب آیا اہل قافلہ نے اس کی آمد کو غنیمت جانا اور پوچھا کہ یہ شعر یہاں کب سے لکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں' ہم تو اپنی پیدائش کے وقت سے دیکھتے آرہے ہیں اور ہمارے بڑے بوڑھے بتاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے بھی

صدیوں پہلے یہ شعر یہیں لکھا ہوا تھا اور یہ عرصے سے چلا آرہا ہے۔ یہ بتانے کے لئے کہ ظالمو! وہ بدبخت گروہ تم میں سے ہو گا جو تمہیں کلمہ پڑھانے والے نبی کے نواسے کو شہید کر دے گا۔ اس راہب نے جب یہ کیفیت دیکھی تو پوچھا یہ سر کس کا ہے؟ یہ قافلہ کیسا ہے؟ یہ ماجرا کیا ہے؟ اس راہب کو بتایا گیا کہ یہ سر حسین ابن علی کا ہے' نبی کے لخت جگر کا سر ہے' یہ ان کے خاندان کی مقدس بیبیوں کا قافلہ ہے' یہ ان کی اولاد کے مقدس سر ہیں۔

وہ راہب کانپ اٹھا' اس کا جسم لرز گیا وہ کہنے لگا ظالمو میں تمہیں دس ہزار دینار دیتا ہوں' دس ہزار دینار کے بدلے ایک رات ان سروں کی مہمانی مجھے عطا کر دو! میں عیسائی ہوں' میں تمہارے دین پر ایمان نہیں رکھتا' میں تمہارا کلمہ نہیں پڑھتا لیکن مسافر سمجھ کر میں چاہتا ہوں کہ ایک رات خدمت کر لوں۔

وہ ظالم سیم وزر کے غلام تھے' ان لوگوں نے دس ہزار دیناروں کی خاطر ایک رات راہب کے پاس پڑاؤ کرنا قبول کر لیا۔ راہب نے اپنے گھر کو خالی کر لیا پردہ دار مقدس بیبیوں کو گھر کی چاردیواری میں محفوظ رکھا اپنی خواتین سے کہا کہ رات بھر ان کی خدمت کرو یہ مسلمانوں کے نبی کی بیٹیاں ہیں۔ اور خود امام عالی مقام کے سر انور کو ایک دھوئے ہوئے صاف اجلے طشت میں رکھ لیا' رات کو ایک پیالہ پانی لیکر اس سر انور کو دھویا اس کی گرد صاف کی' ریش مبارک پر خوشبو لگائی پھر ساری رات سر انور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا زار وقطار روتا رہا اور یہ کہتا رہا۔ (اے حسین! میں مسلمان نہیں ہوں' آپ کے نانا جان کا کلمہ نہیں پڑھا پھر بھی یہ خوفناک منظر دیکھنے سے قاصر ہوں' یہ حریص و ذلیل اور ظالم لوگ کس بے دردی سے آپ کے خاندان کو ذبح کر کے بڑی بے پرواہی سے سفر کر رہے ہیں انہیں احساس ہی نہیں کہ انہوں نے کتنا بڑا جرم کیا ہے۔

ساری رات اس خدمت کے عوض' خانوادہ رسول کی مقدس بیبیاں اس راہب کو دعائیں دیتی رہیں' سر حسین بھی زبان حال سے اسے دعائیں دیتا رہا' یکایک اس کی قسمت کا ستارہ چمکا' اس کی آنکھوں کے آگے سے حجابات اٹھ گئے' اور وہ نور جو خولی کی بیوی نے دیکھا تھا وہ عرش سے زمین تک اس کی آنکھوں پر بھی منکشف [illegible] گیا اس [illegible] دیکھا کہ

ایک نور اترا ہے اور حسین کے سر کے ارد گرد طواف کر رہا ہے۔ جب اس نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا' اور سر اقدس کے رعب و جلال کا مشاہدہ کیا' تو اس کے دل کی کیفیت ہی بدل گئی' اس کی محبت اور حسن عقیدت کا صلہ ملنے کے انتظامات ہو گئے اس وقت اس کا باطن جگمگا اٹھا' سینہ روشن ہو گیا اور اس نے فوراً کلمہ پڑھ لیا' اب اس کے لئے اہل بیت کرام سے دور رہنا ناممکن ہو گیا۔ چنانچہ جب یہ قافلہ روانہ ہوا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہو لیا' اپنی منزلیں طے کرتا ہوا جب یہ قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو وہ پہلے ہی سے اس کا منتظر تھا اور بڑی رعونت کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ایک چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی۔

جب سر حسین اس کے سامنے رکھا گیا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی چھڑی آپ کے دندان مبارک پر ماری اور دنت پیس کر بولا! تم اپنے انجام کو پہنچ گئے ہو

وہاں بھی دربار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بزرگ صحابی حضرت ابوبرزہ اسلمی بھی موجود تھے' وہ یہ بے ادبی برداشت نہ کر سکے اور یزید کو ڈانٹ کر فرمانے لگے ظالم! اس بے ہودہ حرکت اور گستاخی سے باز آجا میں نے بارہا دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہونٹوں کو چوما کرتے تھے اور حسین ان ہونٹوں کے ساتھ زبان نبوت چوسا کرتے تھے۔

یزید پلید کو صحابی کی یہ تنقید پسند نہ آئی اور ان کی یہ بات سخت ناگوار گزری چنانچہ انہیں دربار سے نکلوا دیا۔

سفیر روم کی حیرت اور تنقید

مجلس میں روم کا ایک عیسائی سفیر بھی موجود تھا وہ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران رہ گیا اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا' آخر اس سے نہ رہا گیا اور بولا بتاؤ تو سہی یہ کس کا سر ہے جس کے لبوں پر یزید چھڑی مار رہا ہے اور نفرت کے ساتھ لبوں پر چھڑی مار کر بڑے تفاخر سے اور بڑی تمکنت کے ساتھ فرعونیت کے روپ میں یہ کہہ رہا ہے کہ کاش! آج غزوہ بدر میں مرنے والے میرے بڑے زندہ ہوتے تو میں انہیں بتاتا کہ دیکھو ہم نے تمہارے

مرنے کا بدلہ نبی کے خاندان سے لے لیا ہے۔

یزید کے اس کھلے اعلان کے بعد کیا اب بھی اس کے ایمان دار ہونے کا کوئی امکان باقی رہتا ہے؟ کیا اب بھی اسلام کے ساتھ اور جنت کے ساتھ اور آخرت کے ساتھ یزید کے کسی تعلق کا کوئی تصور کیا جا سکتا ہے' جو برملا اس نواسہ رسول کے لبان اقدس پر چھڑی مار کر یہ کہہ رہا ہے کہ اگر آج میرے بزرگ زندہ ہوتے' جو صحابہ کرام کے ہاتھوں میدان بدر میں مارے گئے تھے تو میں انہیں بتاتا کہ تمہارے قتل کا بدلہ میں نے حسین کی صورت میں نبی کے خاندان سے لے لیا ہے۔

یہ تعلق تھا اس بدبخت کا اللہ کے نبی اور اس کے خاندان اور اس کے دین کے ساتھ'

وہ عیسائی پوچھنے لگا بتاؤ تو سہی یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ہمارے رسول کا بیٹا ہے' وہ عیسائی کانپ اٹھا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور مجلس میں کہنے لگا ظالمو! مجھے کوئی شبہ نہیں رہا کہ تم قدر ناشناس' ظالم اور دنیا پرست ہو اس لئے کہ ہمارے پاس ایک گرجے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سواری کے پاؤں کا ایک نشان محفوظ ہے ہم ساری کی ساری امت سالہا سال سے اس نشان کی تکریم کرتے آرہے ہیں اور تمہارے کعبے کی طرح چل کر اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ ہم اپنے نبی کی سواری کے پاؤں کے نشان کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں اور تم اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟

ایک یہودی کی لعنت ملامت

وہاں اس مجلس میں ایک یہودی بھی موجود تھا اس نے بتایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسل سے ہوں اور اب تک ستر پشتیں گزر چکی ہیں لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امتی میری بے حد تعظیم کرتے ہیں اور ایک تم ہو کہ اپنے نبی کے نواسے کو بے دردی سے قتل کر دیا ہے اور اب اس پر فخر بھی کر رہے ہو تمہارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے اپنی بدبختی پر جتنا بھی ماتم کرو کم ہے۔

یزید کی منافقانہ سیاست

الغرض اس قسم کی گفتگو اور واقعات دربار یزید میں پیش آئے اس کے بعد اس بدبخت نے خوشی منائی اور فخر کیا۔ ابن زیاد کو انعام و اکرام

دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدل رہے ہیں اور جس اقتدار کی خاطر اس نے یہ سارے مظالم ڈھائے ہیں وہ خطرے میں ہے اور لوگ اس سے سخت نفرت کرنے لگ گئے ہیں تو اس نے فوراً پینترا بدلا اور بھولا مسکین بن کر کہنے لگا

"برا ہو ابن زیاد کا جس نے میدان کربلا میں اہل بیت کی توہین کی اور ان کے چیدہ چیدہ افراد کو قتل کیا اور نہایت سفاکی اور بے رحمی کا ثبوت دیا' میں اس کے اس فعل پر خوش نہیں ہوں' اگر وہ حسین کو زندہ لے آتا تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی مگر اس ستمگر نے بہت جبر کیا ہے اور ظلم و ستم کی انتہا کر دی ہے خدا اس پر لعنت کرے' وہ بہت بڑی لعنت و ملامت کا مستحق ہے"

یزید کی ان منافقانہ باتوں کی بنیاد پر بعض کوتاہ اندیش اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں کہ وہ قتل حسین سے خوش نہ تھا اور اسے اس واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا تھا۔

ایسی سوچ رکھنے والے سے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ ابن زیاد کی اس کاروائی سے ناخوش تھا تو پھر ان سے اور ابن سعد سے قصاص کیوں نہ لیا؟ چلو قتل کا قصاص لینا دور کی بات ہے' ان دونوں کو معزول کیوں نہ کیا؟ یا ان کے عہدوں میں کمی کیوں نہ کی؟ ان سب صورتوں کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے ان سے بازپرس تک نہ کی نہ کوئی سزا دی۔

یہ صورت حال اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اندر سے خوش تھا ان کی کاروائی کو حق بجانب جانتا تھا' بعد میں اس نے جو مگرمچھ کے آنسو بہائے اور چکنی چپڑی باتیں کیں وہ سب اپنے سیاسی انجام سے بچنے اور اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے تھیں۔ کیونکہ قتل حسین نے اس کے تخت اقتدار کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

بعد ازاں اس ظالم نے امام عالی مقام کے سر اور باقی سروں کے بارے میں کہا کہ انہیں دمشق کے بازاروں میں پھرایا جائے۔ کیا یہی یزید جو قتل حسین پر خوش نہیں ہے اگر خوش نہیں تو پھر کیا قتل حسین کے بعد کوئی گنجائش رہ گئی تھی جو اس نے سروں کی نمائش کا بھی اہتمام کیا۔

یزید پلید ابن زیاد اور ابن سعد کی سفاکانہ کارکردگی سے بدل و جاں خوش تھا اور

محض اوپر سے لیپا پوتی کر رہا تھا تاکہ لوگ بدظن نہ ہو جائیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اہل بیت کے قافلے کو دمشق کے بازاروں میں پھرایا گیا' شہداء کے سروں کی نمائش کی گئی اور نیزوں پر لٹکے ہوئے ان سروں کا جلوس بھی نکالا گیا۔

سرِ حسین کی اعجازی شان

کہتے ہیں کہ سب سے آگے امام حسین پاک کا سر مبارک تھا جب یزیدی لوگ سروں کو لے کر گھوم رہے تھے تو اس وقت ایک مکان کے قریب سے گزرے اندر سے کسی شخص کی آواز آئی' جو سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا اور اس کی زبان پر یہ آیت کریمہ تھی۔ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔

"کیا تو نے سوچا کہ اصحاب کہف یعنی غار والے لوگ ہماری عجیب نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے" اس وقت امام پاک کے سر مبارک نے فصیح زبان میں کہا

اعجب من اصحاب الکہف قتلی وحملی

"میرا قتل کیا جانا اور یوں گلیوں میں پھرایا جانا اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر ہے"

ایک شخص کا بیان ہے کہ اللہ کی عزت کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام حسین کا سر انور یزید کے حکم پر دمشق میں پھرایا جا رہا تھا ان کے نیزے کے سامنے ایک دمشق کا شخص جا رہا تھا اور وہ سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا جب وہ اس مقام پر پہنچا کہ کہف اور رقیم کے لوگوں کے واقعات بہت عجب ہیں تو اللہ پاک نے سر حسین کو زبان عطا کر دی اور امام حسین کا سر انور نیزے کی نوک سے فصیح زبان میں بولا کہ کہف اور رقیم کے واقعات پر تعجب کرنے والو! نواسہ رسول کا سر کٹ کر نیزے پر سوار کیا جانا یہ کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر ہے اور زیادہ دردناک ہے۔

امام عالی مقام کے اس واقعہ کے بعد امام عالی مقام کے اس مقدس قافلے اور ان بیبیوں کو پھر مدینہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ لٹا پٹا قافلہ حضرت زین العابدین کی قیادت میں جب مدینہ پہنچا تو شہر مدینہ کی گلیوں میں قیامت بپا ہو گئی ایک کہرام مچ گیا۔ ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہاں کے ذرات کا عالم کیا ہو گا؟ مدینے

کی گلیوں کی جس خاک پر حسین کا بچپن گزرا تھا اس خاک کے ذرے اس لٹے ہوئے قافلے کو دیکھ کر کیا کہتے ہوں گے ؟ مدینے کی فضاؤں میں جہاں حسین اپنے نانا کے کندھوں پر سوار ہو کر سانس لیتے رہے ان فضاؤں کی افسردگی کا عالم کیا ہوا ہو گا؟ مدینے کے درودیوار کیا کہتے ہوں گے؟ وہاں کے بزرگ اور نوجوان کیا سوچ رہے ہوں گے اور گنبد خضراء کے سائے کیا کہتے ہوں گے اور حضور کے روضہ اطہر کی فضائیں کیا کہتی ہوں گی؟ یہ معاملہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

یزید کی فرعونیت وگمراہی کی تفصیلات

امام عالی مقام کی شہادت کے بعد یزید بدبخت میں فرعونیت آ گئی' مزید قارونیت آ گئی' اس کی بدکاری میں اضافہ ہو گیا نشہ اقتدار میں مزید وحشت ہو گیا۔ شرابی تو پہلے ہی تھا لیکن اب شراب خوری کی کوئی حد نہ رہی' بدکار تو پہلے ہی تھا لیکن اب سوتیلی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بھی بدکاری کرنے لگا۔

الغرض عیوب ونقائص کا مجسمہ بن گیا اور اس کا ظلم وستم انتہا کو پہنچ گیا' لوٹ مار کی کوئی حد نہ رہی حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے یہ سب کچھ دیکھا تو ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اب اس کی بیعت کا انکار کرنا ضروری ہو گیا ہے وگرنہ ممکن ہے کہ اللہ کا عذاب نازل ہو جائے اور آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔ چنانچہ مدینہ اور مکہ والوں نے برملا یزید کی بیعت کو توڑ ڈالا اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس کو یزید نے اپنے خلاف بغاوت سمجھا اور مسلم بن عقبہ کی زیر قیادت بیس ہزار فوجیوں کا لشکر تیار کیا اور کہا کہ جاؤ مدینے پر حملہ کر دو اور میں تین دن کے لئے تم پر مدینہ کو حلال کرتا ہوں جو تمہارے جی میں آئے کرو تمہیں کوئی نہیں پوچھے گا۔

یہ کردار ہے اس یزید کا

جسے کبھی امیر المومنین کہا جاتا ہے اور کبھی اس کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ کبھی اسے مومن اور جنتی قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ یزید یہ ہے اس کا دینی کردار یہ ہے اس کی جنتی سیرت' جو بیس ہزار کا لشکر نواسہ رسول کی شہادت کے بعد مدینے کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے بھیج رہا ہے چنانچہ مشہور واقعہ حرہ پیش آیا یزیدی

فوج نے مدینے کے لشکر کا محاصرہ کر لیا شہر مدینہ کا گھیراؤ کر لیا انہوں نے خندق سے اپنی محافظت کی یہ پتھراؤ کرتے رہے اور نعرے بلند کرتے رہے کہ آؤ اب ہم بدر اور احد کے اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے آ گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے گھوڑے اپنے خچر اپنے اونٹ اپنی سواریاں حضور کے روضہ اطہر اور مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیں ۔ مسجد نبوی ویران ہو گئی اس کی بے حرمتی ہونے لگی تین دن تک میرے آقا کی مسجد میں اذان معطل رہی' نمازیں معطل ہو گئیں اور تین دن تک قتل عام جاری رہا۔

آپ وفاء الوفاء لابن کثیر اور تاریخ الخلفاء جیسی معتبر کتب تواریخ وسیر اٹھا کر دیکھیں تب آپ کو پتہ چلے گا کہ یزیدی لشکر نے مدینہ طیبہ پر کیا قیامت ڈھائی۔ صحابہ کرام صحابیات' تابعین اور تبع تابعین میں سے تقریبا دس ہزار مقدس ہستیوں کو بے دریغ تہہ تیغ کیا۔ خواتین کی بے حرمتی کی' اور عوام پر بے پناہ تشدد روا رکھا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اسی موقعہ پر شہید ہوئیں اور حضور کے صحابی ابوسعید خدری جو نابینا ہو گئے تھے ان کی داڑھی مبارک سفید تھی حضور کے دیدار کی طلب لے کر مدینہ میں مسجد نبوی کی طرف آ رہے تھے کہ یزیدی لشکر نے پوچھا بابا تو کون ہے ؟ وہ کہنے لگے میں آقائے دو جہاں کا صحابی ہوں' ابوسعید خدری میرا نام ہے' ان ظالموں نے ان کی داڑھی مبارک پکڑ کر طمانچے مارے اور واپس گھر بھیج دیا۔

تین دن تک مسجد نبوی کی عبادتیں نمازیں جماعتیں معطل رہیں۔ حضرت سعید بن مسیب جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ میں پاگل دیوانہ اور مجنوں بن کر مسجد نبوی میں حضور کے روضہ اطہر میں منبر کے قریب چھپ گیا۔ پکڑا بھی گیا لیکن مجنوں سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ میرا دل گوارا نہ کرتا تھا کہ اس کیفیت میں اپنے آقا کا مزار چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاؤں تین دن اور تین راتیں اسی منبر میں بیٹھا رہا' کوئی اذان کی آواز مسجد میں نہ اٹھتی تھی جماعت کا اہتمام نہ تھا' کہتے ہیں کہ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم! نماز کا وقت آتا تو مجھے روضہ رسول سے اذان اور تکبیر کی آواز آتی تھی اور میں روضہ رسول کی اذان کو سن کر نمازیں ادا کرتا تھا۔

یہاں اپنے مقاصد اور ناپاک عزائم کو پورا کرنے کے بعد وہ مکہ کی طرف لوٹے

چونکہ مکہ میں بھی یزید کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اہل مکہ کو بھی سزا دیں۔

مسلم بن عقبہ کا انجام

اسی اثناء میں یزیدی لشکر کا سپہ سالار مسلم بن عقبہ مر گیا جس نے مدینہ پاک کی کھلے بندوں بے حرمتی کی تھی' وہ مدینہ طیبہ جس کے لئے صحیح مسلم اٹھا کر دیکھیے میرے آقا فرماتے ہیں کہ بیشک جو شخص میرے شہر مدینہ کے لوگوں کو معمولی سا بھی خوف زدہ کرے گا اللہ پاک اسے یوں ختم کر دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل کر ختم ہو جاتا ہے دوسری حدیث ہے۔

جو میرے مدینہ والوں سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ پاک اور فرشتے قیامت تک اس پر لعنت کرتے چلے جائیں گے۔ یہ احادیث مبارکہ ہیں تعجب ہے کہ شہر مدینہ میں رہنے والے ایک بدوی کو ہراساں کرنے والا تو خدا کی لعنت اور دنیا و آخرت کے عذاب کا مستحق ٹھہرے اور نواسہ رسول اور پورے خانوادہ رسول کو کچل دینے والا اور ان کی شہادت پر فتح و نصرت کے جشن منانے والا بدستور مومن رہے' کم از کم یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مدینہ پر حملہ کرنے والا یزیدی لشکر کا سپہ سالار جب مر گیا' تو ایک عورت کے دل میں خیال آیا اس شخص نے ناقابل معافی جرم کیا ہے ذرا اس کا حال تو معلوم کرنا چاہیئے' روشن ضمیر اور ایمان دار عورت تھی۔ اس روحانی نظر سے بہرہ ور تھی جو عالم برزخ کے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے۔

چنانچہ اس نے آکر قبر کھودی تو یہ منظر دیکھ حیران رہ گئی کہ دو اژدھے اس کی قبر میں موجود ہیں ایک اس کے سر پر پھنکار رہا ہے اور دوسرا ٹانگوں کے ساتھ لپٹا ہوا ہے۔

قرآن پاک نے ایسے ملعونوں کے لئے پہلے ہی بتا دیا ہوا ہے کہ عذاب ان کا مقدر ہے۔

لعنهم الله فی الدنیا و الآخرة و اعد لهم عذابا مهینا (سورۃ احزاب)

"دنیا و آخرت میں خدا نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کیا ہوا ہے۔"

یزید کا عبرتناک انجام

یزیدیوں نے مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کی' وہاں پہنچ کر محاصرہ کر لیا پھر ان حرکات کا آغاز ہوا جن کا ایک مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ دو مہینے تک حرم مکہ کی بے حرمتی کی گئی خانہ کعبہ کے غلاف کو آگ سے جلا دیا گیا۔ خانہ کعبہ پر یزیدی لشکر نے پتھراؤ کیا اس کی چھت اڑ گئی۔ خانہ کعبہ کی عمارت شکستہ ہو گئی۔ مکہ کے لوگوں کو شہید کیا گیا۔ اسی اثنا میں جب مکہ میں کعبہ شریف پر آگ برسائی جا رہی تھی اور پتھراؤ کیا جا رہا تھا عین اسی وقت اطلاع آئی کہ بدبخت یزید ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گیا ہے جب اس کے حکم سے مکہ مکرمہ پر آگ اور پتھر کی بارش کی جا رہی تھی وہ اس وقت درد قولنج میں مبتلا تھا۔ تین دن تک درد سے تڑپتا اور بلبلاتا رہا اور حکومت کرنے کی حسرت دل میں لئے واصل جہنم ہو گیا۔

یزیدیت ، مردہ باد

لشکر یزید نے محاصرہ ختم کر دیا اور دمشق کی طرف لوٹ گیا ظلم و ستم اور جور بربریت کا ایک دور ختم ہو گیا' فسق و فجور ظلم و جبر' تباہی و بربادی اور مباحات کا جو طوفان' یزید کی سرکردگی میں بڑی تیزی سے اٹھا تھا اور ہر قدر انسانی کو پامال کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا وہیں رک گیا اور یزید کے مرتے ہی ہر طرف سکون چھا گیا یزید کو اس کے اعمال کی قباحتوں سمیت قبر میں دفن کر دیا گیا وہ اس دنیا سے بدنامی' لعنت' نفرت اور آگ کا طوق گلے میں ڈال کر ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ اس کے مظالم اس کے ساتھ ہی چلے گئے آج کوئی اچھے الفاظ میں اسے یاد کرنے والا نہیں' ہر کوئی اس پر لعنت بھیجتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔

حسینیت زندہ ہے

اس کے برعکس امام حسین پاک رضی اللہ عنہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے اس دار فانی کو چھوڑ کر چلے گئے اور قبر میں تشریف لے گئے لیکن آج بھی کروڑوں افراد ان کی یاد میں آنسو بہانے والے' اپنی چاہتوں کا نذرانہ پیش کرنے والے اور ان کی مدح و ستائش کرنے والے موجود ہیں جو ان کے کردار کو سراہتے ہیں اور نقش [illegible] رکھتے ہیں کہ امام

حسین حق پرستوں کے شہنشاہ اور راہ حق میں جان دینے والوں کے امام تھے اس لئے دین و ایمان کے راستے میں شہید ہونے کے باعث وہ آج بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان کی یادیں اسی طرح قائم رہیں گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

۞التماس سورۃ الفاتحہ۞

سیدہ فاطمہ رضوی بنت سید حسن رضوی

سید ابوذر شہرت بلگرامی ابن سید رضوی

سید مظاہر حسین نقوی ابن سید محمد نقوی

سید محمد نقوی ابن سید ظہیر الحسن نقوی

سید الطاف حسین ابن سید محمد علی نقوی

سیدہ امّ حبیبہ بیگم

حاجی شیخ علیم الدین

شمشاد علی شیخ

مسیح الدین خان

فاطمہ خاتون

شمس الدین خان

یا صاحب الزمانؑ ادرکنی

خدمتگارانِ مکتبِ اہلبیت (ع)

سید حسن علی نقوی

حسّان ضیاء خان

سعد شمیم

حافظ محمد علی جعفری